قادیانی فتنہ اور مِلّتِ اسلامیہ کا موقف

قادیانی مسئلہ پر مسلم اُمہ کا موقف
۱۹۷۴ء کی پاکستانی قومی اسمبلی کے رُوبرو

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

مختصر تعارف

قصرِ نبوت پر نقب لگانے والے راہزن دورِ نبوت سے لیکر دورِ حاضر تک مختلف انداز کے ساتھ وجود میں آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت ﷺ کا تاج صرف اور صرف آمنہ اور عبداللہ کے بیٹے حضرت محمد ﷺ ہی کے سر پر سجایا اور دیگر مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب سے لیکر مسیلمہ قادیان تک سب کو ذلیل ورسوا کیا۔ اُمت کے ہر طبقہ میں ایسے اشخاص منتخب کیۓ جنھوں نے ختم نبوت ﷺ کے دفاع میں اپنی جانوں تک کے نذرانے دیۓ اور شب وروز اپنی محنتوں اور صلاحیتوں کو بفضل اللہ تعالیٰ ناموسِ رسالت وختم نبوت ﷺ کے مقدس رشتے کے ساتھ منسلک کر دیا۔

ختم نبوت اکیڈمی (لندن) کے قیام کا مقصد بھی من جملہ انہی اغراض ومقاصد پر محیط ہے، چنانچہ عالمی مبلغ ختم نبوت ''حضرت عبدالرحمٰن یعقوب باوا'' نے قادیانیت کی حقیقت سے مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے جس طرح اپنی زندگی کو اس کارِ خیر کے لئے وقف کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، انہی کی انتھک محنت وکاوشوں سے اکیڈمی کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

الحمد للہ اس ادارہ نے عالمی سطح پر ختم نبوت کے دفاع کو مضبوط کیا ہے۔ تقاریر، لٹریچر، اخبارات وجرائد اور انٹرنیٹ کے ذریعہ مسلمانوں کو قادیانیت اور ان کی ریشہ دوانیوں سے باخبر کیا اور پوری دنیا میں ختم نبوت ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اخلاص کے ساتھ مزید ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس ادارہ کیساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔

......انتظامیہ......

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

قادیانی مسئلہ پر مسلم اُمّہ کا موقف
۱۹۷۴ء کی پاکستانی قومی اسمبلی کے رُوبرو

ناشر

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

387 KATHERINE ROAD FOREST GATE
LONDON E7 8LT UNITED KINGDOM
Phone : 020 8471 4434
Mobile: 0798 486 4668, 0795 803 3404
Email : khatmenubuwwat@hotmail.com

نام کتاب	:	قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف
مرتبین کتاب	:	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
		حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اکوڑہ کھٹک
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ
ناشر	:	ختم نبوت اکیڈمی (لندن)
سن اشاعت	:	جنوری ۲۰۰۵ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۷۵	انگریز اور برصغیر	۱۳۸
۷۶	مرزا کے نشو ونما کا دور اور عالم اسلام کی حالت	۱۳۹
۷۷	ایک حواری نبی کی ضرورت	۱۴۰
۷۸	سامراجی ضرورتیں اور مرزا کا خاندان	//
	حصہ ششم: اسلام کے عقیدہ جہاد کی تنسیخ	
۷۹	مرزائی تاویلات کی حقیقت	۱۴۷
۸۰	اسلامی جہاد منسوخ مگر مرزائی جہاد جائز	۱۵۳
۸۱	مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت	۱۵۵
۸۲	تصنیفی ذخیرہ	۱۵۸
	حصہ ہفتم: مرزائیت اور عالم اسلام	
۸۳	سامراجی عزائم کی تکمیل، عراق و بغداد	۱۶۰
۸۴	فتح عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر	۱۶۱
۸۵	مسئلہ فلسطین اور قیام اسرائیل سے لیکر اب تک	//
۸۶	اسرائیلی مشن	۱۶۵
۸۷	اسرائیل مشن	۱۶۷
۸۸	مرزائیت اور یہودیت کا باہمی اشتراک	۱۶۹
۸۹	خلافت عثمانیہ اور ترکی	۱۷۲
۹۰	قادیانی صیغہ اُمورِ عامہ کا اعلان	۱۷۳
۹۱	افغانستان	۱۷۴
۹۲	جمعیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل	//

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب ''قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اس وقت مرتب کی گئی تھی جبکہ ۱۹۷۴ء میں ''قادیانی مسئلہ'' پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں زیر بحث تھا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں جو حادثہ پیش آیا وہ تحریک ختم نبوت کا ایک اہم باب ہے۔ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر کھڑی ریل گاڑی کی بوگی میں موجود نشتر میڈیکل کالج کے مسلمان طلباء پر قادیانیوں نے حملہ کیا، متعدد طلباء زخمی ہوئے جس کے نتیجے میں پورے پاکستان کے مسلمانوں میں اشتعال پھیل گیا۔ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور دینی جماعتوں نے متحد ہو کر شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دی اور پورے ملک میں تحریک ختم نبوت چلائی۔ مجلس عمل نے حکومت پاکستان سے جو مطالبات کئے ان میں ایک اہم مطالبہ یہ تھا کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں تھا، اس مطالبہ کے حوالے سے ۱۹۵۳ء میں بھی تحریک تحفظ ختم نبوت چلی تھی لیکن اُس وقت کی حکومت نے دس ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر کے تحریک سے وابستہ علماء کرام کو جیل میں قید کر دیا تھا اور تحریک کو طاقت کے زور پر دبا دیا گیا تھا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ۲۹ مئی سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک چلی تا آنکہ ۷ رستمبر میں پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کر دیا۔

نیشنل اسمبلی نے یہ اعلان یونہی نہیں کر دیا بلکہ اسمبلی میں طویل بحث ومباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔ اسمبلی نے دونوں جماعتوں کے لیڈروں کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا قادیانی اور لاہوری، دونوں گروپ کے لیڈروں نے زبانی اور تحریری شکل میں اپنا اپنا موقف پیش کیا اور یہ باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا کہ وہ بھی ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہیں حتیٰ کہ اس کے لئے مکروفریب اور جھوٹ سے بھی کام لینے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی، حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ قادیانیت دین اسلام کے مقابل ایک الگ تحریک ہے جس کا ملت اسلامیہ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اِن تفصیلات سے عام مسلمان واقف نہیں تھے، خود اسمبلی کے ممبران گو مسلمان تھے لیکن وہ بھی قادیانیوں کے بارے میں وسیع علم نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اسمبلی میں موجود علماء کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیانیوں کے گمراہ کن عقائد، پاکستان اور عالم اسلام کے بارے میں قادیانیوں کے ناپاک عزائم پر ایک دستاویزی تحریر مرتب کر کے اسمبلی کے ممبران تک پہنچائی جائے تا کہ ملت اسلامیہ کا موقف بھی قادیانیوں کے بارے میں اُنہیں معلوم ہو۔ چنانچہ یہ کتاب تحریر کی گئی۔

کتاب کا پہلا حصہ مذہبی مباحث پر مشتمل ہے جسے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے تحریر کیا اور دوسرا حصہ قادیانی سیاست اور اُن کے عزائم کے بارے میں حضرت مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک نے لکھا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے کتاب کی تیاری کی نگرانی فرمائی اور پھر اسے شائع کر کے ممبران اسملی میں تقسیم کر دی گئی تھی۔

چند سال قبل مکتبۂ امدادیہ ملتان نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا جو کہ اب وہ بھی نایاب ہے، اب الحمد للہ اس کی تیسری بار اشاعت کا اہتمام ختم نبوت اکیڈمی (لندن) کی جانب سے کیا جا رہا ہے، جو ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔

قادیانی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے ہر لائبریری کی ضرورت اور ختم نبوت

کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک رہنما کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت، دارالعلوم دیوبند کو کہ موصوف نے نئے سرے سے کتاب کی کمپوزنگ اور تصحیح کا اہتمام فرمایا۔ قادیانی کتابوں کے اقتباسات کو اصل کتب سے مراجعت کر کے نئے حوالوں کا اندراج کر دیا جس سے کتاب کی افادیت میں بھرپور اضافہ ہوا ہے۔

برطانیہ سے ''ختم نبوت اکیڈمی لندن'' نے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ شائع کر دیا ہے، جس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا تھا کہ یہ کتاب خصوصی طور پر ممبران اسمبلی میں تقسیم کرنے کے لئے تیار کی گئی تھی اور یہ اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے اس لئے اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کے مجاز نہیں چنانچہ ہم اس کتاب کو من وعن شائع کر رہے ہیں۔

خادم ختم نبوت
عبدالرحمٰن باوا
(لندن)

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات وتحریرات کی روشنی میں قادیانیت کو فتنہ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ انگریزوں اور یہودیوں کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ ایک نہایت خطرناک فتنہ ہے کوئی مشکل کام نہیں لیکن جن لوگوں نے خود اپنے ہی دین وایمان اور قرآنی تعلیمات وہدایات کو صحیح معنوں میں نہ سمجھا ہو اُن کے لئے قادیانی دجل وتلبیس کو سمجھنا یقیناً مشکل ہے۔

اِس کتاب نے اُمت مسلمہ کی اِس مشکل کو بھی بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے۔ایک ایسا آدمی جو دین اِسلام کی تعلیمات وہدایات سے ناواقف ہو وہ بھی اس کتاب کے ذریعہ بڑی آسانی سے اِس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قادیانیت کوئی مذہب نہیں بلکہ انگریزوں کا کھڑا کیا ہوا محض ایک فتنہ ہے جو ملک وملت دونوں کے لئے نقصاندہ ہے لہٰذا قادیانی تحریک کے ساتھ دیگر مذاہب جیسی رواداری اپنانا اور مذاہب کے خانہ میں اُسے شمار کر کے اس کے ساتھ ہمدردی جتلانا نہ صرف یہ کہ عدل وانصاف کے منافی بلکہ جرم اور جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔

کتاب کے تعارف میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ جب پارلیمنٹ میں مرزا غلام احمد کے حقیقی پوتا وقادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کو دعوت دی گئی اور اُنہوں نے پوری آزادی کے ماحول میں قادیانی عقائد ونظریات کو اپنی تالیف کردہ ایک کتاب کی شکل میں پیش کیا تو

پارلیمنٹ میں موجود علماء کرام بالخصوص ممبر قومی اسمبلی وسابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد جناب مفتی محمود صاحبؒ نے سوالات کے انبار لگادیئے جس کا سلسلہ کئی دنوں تک تقریباً تیس گھنٹہ تک جاری رہا۔ بالآخر قادیانی خلیفہ ناصر احمد کی شکست عیاں ہوگئی اور سوالات وجوابات کے ضمن میں فتنہ کی دسیسہ کاریوں سے بھی نقاب اُٹھ گیا۔

اراکین پارلیمنٹ کے تعاون سے چیدہ وبرگزیدہ علماء کرام نے بعجلت ممکنہ ''فتنہ قادیانیت کے بارے میں ملت اسلامیہ کا موقف'' کے عنوان سے ایک کتاب ترتیب دی جو قومی اسمبلی میں پڑھ کر، قادیانی تحریک کی زہرناکی سے ناواقف اراکین کونسل اس ملعون گروہ کے ہفوات سن کر حیران وششدر رہ گئے اور قادیانی فرقہ کا کفر صبح خنداں کے اُجالے کی طرح ایسا واضح ہوگیا کہ اب نہ شک وشبہ کی گنجائش ہے اور نہ اُسے جاننے کے لئے علم وفقہ میں کمال کی ضرورت۔ ...... یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع ترین اور نہایت مفید ہے قادیانیت کے ضیغ وضلال، کفر وزندقہ اور مرزا قادیانی کی غباوت وبلادت اور حکومت برطانیہ کی کاسہ لیسی وغیرہ مباحث پر جن کی نقاب کشائی یہ کتاب کرتی ہے زیادہ تفصیل سے بحث کرنا یہاں لاحاصل ہے اس لئے صرف اُن اہم موضوعات ومباحث پر اکتفا کیا گیا ہے کہ جن کے پڑھنے سے کسی کے دل میں اطمینان وتسلی پیدا کی جاسکتی تھی۔ بایں ہمہ یہ کتاب کسی ایک شخص کی فکر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ چیدہ چنیدہ چند پختہ افکار اہل علم کی مجموعی کاوشوں کا ثمرہ ہے جو اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ مفید وتسلی بخش ہے۔

(خلاصہ از کتاب: موقف الأمۃ الاسلامیہ)

گرامی قدر محترم عبدالرحمٰن باوا مدظلہٗ ڈائریکٹر ختم نبوت اکیڈمی (لندن) نے مذکورہ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں کمپوزنگ اور تصحیح کے لئے ایک نسخہ احقر کو ارسال فرمایا، احقر نے کتاب کا گہرائی سے مطالعہ کیا، جس سے اندازہ ہوا کہ مذکورہ نسخہ میں اغلاط کے علاوہ قادیانی کتب سے لئے گئے اقتباسات کے نقل میں بھی کافی بے احتیاطی نظر آئی، حوالے بھی قدیم کتابوں کے تھے جو کہ بمشکل

دستیاب ہیں، استفادہ سہل بنانے کے لئے ضروری تھا کہ اس میں ''رُوحانی خزائن'' کے حوالے شامل کردیئے جائیں۔ چنانچہ کتاب کو نئے سرے سے کمپوزنگ کا اہتمام کیا گیا، جس سے سابقہ خامیوں کا تدارک بہتر انداز میں ہوگیا۔ ﴿﴾ پھولدار قوسین کے درمیان ''ر خ'' سے مراد مرزا قادیانی کی روحانی خطاؤں پر مشتمل ان کی تصنیفات کا وہ سیٹ ہے جسے مرزائیوں نے اب ''روحانی خزائن'' کے نام سے ۲۳ جلدوں میں شائع کیا ہے اور ''ص'' سے مراد صفحہ ہے۔ سیٹ کی شکل میں مرزا قادیانی کی یہ وہی ''روحانی خطائیں'' ہیں جسے بازار میں لانے سے اب مرزائی شرمانے لگے ہیں۔

احقر نے حتی الوسع مذکورہ خامیاں دور کرنے کی کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی غلطی نظر آئے تو نشاندہی کرنے والے احباب کا مشکور ہوں گا۔

باری تعالیٰ حافظ صاحب موصوف کے خلوص کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے کتاب ہذا کو ذریعہ نجات اور قادیانیوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین۔

شاہ عالم گورکھپوری

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِباً أَوْقَالَ أُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ.

ترجمہ: ''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نہ آئی ہو''۔

قرآن کریم

سورۃ انعام ۶، آیت ۹۳

اِنَّـهُ سَيَكُونُ فِى اُمَّتِى كَذَّابُوْنَ ثَلاَثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِىٌّ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِىَّ بَعْدِىْ.

ترجمہ:- میری امت میں تیس کذاب پیدا ہونگے، ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ارشاد آنحضرت ﷺ

ابو داؤد جلد دوم ص ۲۳۴ باب الفتن

ترمذی، جلد دوم ص ۴۵ ابواب الفتن

حدیث صحیح

مصورِ پاکستان کی فریاد

''میری رائے میں حکومت کیلئے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کوایک الگ جماعت تسلیم کرلے، یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے بارے میں اختیار کرتا ہے''۔

علامہ اقبال: حرف اقبال، صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ لاہور

ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کردیا جائے۔ اگر حکومت نے مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا، کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کررہی ہے حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے (ہندوؤں سے) علیحدگی کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لئے کیوں انتظار کررہی ہے۔

(حرف اقبال)

مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد قادیانی کی رائے

''مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افتری علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اُس سے ہمکلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنیوالے پر پڑیگا۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مانکر اسکے منکروں کو کافر جانو، یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔''

''کلمۃ الفصل''

از مرزا بشیر احمد ایم۔اے: جلد ۱۴

مندرجہ ریویو آف ریلیجنز: ص ۱۴۳ مارچ واپریل ۱۹۱۵ء

امیر جماعتِ لاہور
محمد علی لاہوری صاحب کا ایک قول

The Ahmadiyya Movement stands in the same relation to Islam in witch Christianity stood to Judaism.

ترجمہ: ''تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ ہے''۔

اِقباس از ''مباحثۂ راولپنڈی''

مطبوعہ قادیان، صفحہ ۲۴۰

عقیدۂ ختم نبوت
اور
مرزائی جماعتیں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا''

اس کی مکمل تشریح آئندہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

اسلام کی بُنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر قائم ہے وُہ یہ ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپؐ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے نام سے معروف ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک پوری امتِ مسلمہ کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزء ایمان قرار دیتی آئی ہے ۔قرآنِ کریم کی بلا مبالغہ بیسیوں آیات اور آنحضرت ﷺ کی سیکڑوں احادیث اس کی شاہد ہیں۔ یہ مسئلہ قطعی طور پر مسلّم اور طے شدہ ہے اور اس موضوع پر بیشار مفصل کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

یہاں اُن تمام آیات اور احادیث کو نقل کرنا غیر ضروری بھی ہے اور موجبِ تطویل بھی۔ البتہ یہاں جس چیز کی طرف بطور خاص توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے عقیدہ ختم نبوت کی سیکڑوں مرتبہ توضیح کے ساتھ یہ پیشگی خبریں بھی دی تھیں کہ:

لا تَقُومُ الساعَةُ حتیٰ یُبعثَ دَجّالُونَ کَذّابُونَ
قَرِیباً مِنْ ثَلاثِینَ کُلُّهُم یَزعَمُ انّه رسولُ اللهِ

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے
لگ بھگ دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جن میں سے ہر
ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔''

صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۴ جلد ۲ کتاب الفتن
صحیح مسلم صفحہ ۳۹۷ جلد ۲ کتاب الفتن

نیز ارشاد فرمایا تھا کہ:

اِنَّهٗ سَیَکُونُ فِی اُمَّتِی کَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ کُلُّهُمْ
یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لا نَبِیَّ بَعْدِیْ

ابوداؤد صفحہ ۲۳۴ جلد ۲ باب الفتن
ترمذی صفحہ ۴۵ جلد ۲ ابواب الفتن

''قریب ہے کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا
ہونگے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں
خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے بعد پیدا ہونے والے مُدعیان نبوت کیلئے ''دجال'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے لفظی معنی ہیں ''شدید دھوکہ باز'' اس لفظ کے ذریعہ سرکار دو عالم ﷺ نے پوری امت کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو مدعیان نبوت پیدا ہونگے وہ کھلے لفظوں میں اسلام سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بجائے دجل وفریب سے کام لیں گے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے نبوت کا دعویٰ کریں گے اور اس مقصد کے لئے امت

کے مسلمہ عقائد میں ایسی کتر بیونت کی کوشش کریں گے جو بعض ناواقفوں کو دھوکہ میں ڈال سکیں۔ اس دھوکہ سے بچنے کے لئے امت کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ میں خاتم النبیین ہوں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق تاریخ میں آپ ﷺ کے بعد جتنے مدعیان نبوت پیدا ہوئے انھوں نے ہمیشہ اسی دجل وتلبیس سے کام لیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے دعویٰ نبوت کو چلانے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم اور سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے اس بارے میں مکمل روشنی پا چکی تھی۔ اس لئے تاریخ میں جب بھی کسی شخص نے اس عقیدے میں رخنہ اندازی کر کے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُسے باجماع امت ہمیشہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ قرون اُولیٰ کے وقت سے جس کسی اسلامی حکومت یا اسلامی عدالت کے سامنے کسی مدعی نبوت کا مسئلہ پیش ہوا تو حکومت یا عدالت نے کبھی اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اپنی نبوت پر کیا دلائل وشواہد پیش کرتا ہے؟ اس کے بجائے صرف اُس کے دعویٰ نبوت کی بناء پر اُسے کافر قرار دے کر اُس کے ساتھ کافروں ہی کا سا معاملہ کیا۔ خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا اسود عنسی یا سجاح یا طلیحہ یا حارث، یا دوسرے مدعیان نبوت، صحابہ کرامؓ نے انکے کفر کا فیصلہ کرنے سے پہلے کبھی یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں کیا تاویلات کرتے ہیں، بلکہ جب ان کا دعویٰ نبوت ثابت ہو گیا تو انہیں باتفاق کافر قرار دیا اور ان کے ساتھ کافروں ہی کا معاملہ کیا۔ اس لئے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اس قدر واضح، غیر مبہم، ناقابل تاویل اور اجماعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے کہ اس کے خلاف ہر تاویل اسی دجل وفریب میں داخل ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے خبردار کیا تھا۔ کیوں کہ اگر اس قسم کی تاویلات کو کسی بھی درجہ میں گوارا کر لیا جائے تو اس سے نہ عقیدہ توحید سلامت رہ سکتا ہے نہ عقیدہ آخرت اور نہ کوئی دوسرا بنیادی عقیدہ۔ اگر کوئی شخص عقیدۂ ختم نبوت کا مطلب یہ بتانا شروع کردے کہ تشریعی نبوت تو ختم ہو چکی لیکن غیر تشریعی نبوت باقی ہے تو اسکی یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ عقیدہ توحید کے مطابق بڑا خدا تو صرف ایک ہی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے معبود اور دیوتا

بہت سے ہوسکتے ہیں اور وہ سب قابل عبادت ہیں۔اگر اس قسم کی تاویلات کو دائرۂ اسلام میں گوارا کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کا اپنا کوئی عقیدہ، کوئی فکر، کوئی حکم اور کوئی اخلاقی قدر متعین نہیں ہے بلکہ (معاذ اللہ) یہ ایک ایسا جامہ ہے جسے دنیا کا بدتر سے بدتر عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اپنے اوپر فٹ کرسکتا ہے۔

لھٰذا امتِ مسلمہ قرآن وسنت کے متواتر ارشادات کے مطابق اپنے سرکاری احکام عدالتی فیصلوں اور اجماعی فتاویٰ میں اسی اصول پر عمل کرتی آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد جس کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، خواہ وہ مسیلمہ کذاب کی طرح کلمہ گو ہو، اُسے اور اس کے متبعین کو بلا تامل کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کا کھلم کھلا منکر ہو، یا مسیلمہ کی طرح یہ کہتا ہو کہ آپ صلی ﷺ کے بعد چھوٹے چھوٹے نبی آسکتے ہیں۔یا سجاح کی طرح یہ کہتا ہو کہ مَردوں کی نبوت ختم ہوگئی اور عورتیں اب بھی نبی بن سکتی ہیں یا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اِس بات کا مدعی ہو کہ غیر تشریعی ظلی اور بروزی اور اُمتی نبی ہوسکتے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کے اِس اصول کی روشنی میں جو قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے قطعی طے شدہ اور ناقابل بحث وتاویل ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کے مندرجہ ذیل دعوؤں کو ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) ''سچا خُدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء ص ۱۱) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۲۳۱﴾

(۲) ''میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے مَیں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔''

(نزول المسیح ص ۳ (حاشیہ) طبع اوّل مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۰۹ء) ﴿رخ، ج ۱۸، ص ۳۸۱﴾

(۳) ''میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے''

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) ﴿رخ، ج ۲۲، ص ۵۰۳﴾

(۴) ''میں جب کہ اِس مُدّت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پُوری ہوگئیں تو مَیں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں۔تو میں کیونکر ردّ کروں یا اُس کے سوا کسی دُوسرے سے ڈروں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۱ء) ﴿رخ ، ج ۱۸ ص ۲۱۰﴾

(۵) ''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، مَیں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مَیں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔''

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۲ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) ﴿رخ، ج ۲۲، ص ۷۶﴾

(۶) ''چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔اس میں سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ اوّل مصنفہ ۱۹۰۲ء و مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) ﴿رخ، ج ۱۸، ص ۲۰۶﴾

(۷) ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔''

(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء مندرجہ حقیقۃ النبوۃ مؤلفہ مرزا بشیر الدین محمود ۲۷۲ ج ا ضمیمہ ۳)

(۸) انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بہ عرفاں نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح ۹۷ طبع اوّل قادیان ۱۹۰۹ء) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۴۷۷﴾

یعنی ''انبیاء اگر چہ بہت ہوئے ہیں مگر میں معرفت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔''

یہ صرف ایک انتہائی مختصر نمونہ ہے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں اس قسم کے دعوؤں سے بھری پڑی ہیں۔

مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں اُنہوں نے علی الاطلاق دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے لیکن خود مرزا صاحب نے واضح کر دیا کہ وہ مجدّد، محدّث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ''ترقی'' کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے دعوؤں کی جو تاریخ بیان کی ہے، اُسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ اُنہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تا کہ اُن کی عبارت کو پورے سیاق وسباق میں دیکھ کر اُن کا پورا مفہوم واضح ہو سکے۔ کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو ''غیر نبی'' لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو ''مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر'' قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں؛

> ''اِس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہینِ احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا، مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہوں، اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگر چہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسُول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔

اور میرا ابھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہینِ احمدیہ میں شائع کیا۔

لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اِس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا مَیں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا............ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھدیا تھا..................

اِسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وُہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اِس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اِس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی...... میں اُس کی اِس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں............... میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیَروی کرنیوالا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوُا میں وُہی کہتا رہا جو اوائل میں مَیں نے کہا اور جب مجھ کو اُس کی طرف سے علم ہوُا تو میں نے اُس کے مخالف کہا۔"

(حقیقۃ الوحی: ص ۱۴۹، ۱۵۰ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴﴾

مرزا صاحب کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صحیح ہے کہ کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں، اس عبارت کے بعد اگر کوئی شخص اُن کی اُس زمانے کی عبارتیں پیش کرتا ہے جب وہ دعوائے نبوت کی نفی کرتے تھے اور جب (بزعم خویش) اُنھیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اُسے دجل وفریب کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر اُن کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن ''اخبار عام'' میں شائع ہوا، واضح الفاظ میں لکھا کہ:

''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اُس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خُدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔''

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء۔ منقول از حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود ۲۷۱، ومباحثہ راولپنڈی ۱۳۶)

یہ خط ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال ہوگیا۔

غیر تشریعی نبوت کا افسانہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریعی نبوت عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں لیکن دوسری مرزائی تاویلات کی طرح اس تاویل کے بھی صغریٰ کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ اوّل تو یہ بات ہی سرے سے درست نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف غیر تشریعی نبوت کا تھا۔

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوتِ تشریعی

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے روز افزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے جب اُنہوں نے غیر تشریعی نبوت کے آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور نبوت کو تشریعی قرار دیا ہے اور اسی بنا پر ان کے متبعین میں سے ''ظہیرالدین اروپی'' کا فرقہ اُنہیں کھلم کھلا تشریعی نبی مانتا تھا۔ اِس سلسلے میں مرزا صاحب کی چند عبارتیں یہ ہیں۔ اربعین نمبر۴ میں لکھتے ہیں:

> ''ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام **قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک ازکیٰ لهم**۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اِس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی ابتک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **ان هٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراهیم وموسیٰ**۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔''

(اربعین نمبر۴ صفحہ ۷، طبع چہارم مطبوعہ ربوہ) ﴿رخ ج ۱۷، ص۴۳۵﴾

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ دافع البلاء میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''خدا نے اِس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اور اُس نے اِس دُوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا''

(دافع البلاء صفحہ ۱۳ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء قادیان) ﴿رخ ،ج ۱۸ص ۲۳۳﴾

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور جو شخص آپ سے ''تمام شان میں'' یعنی ہر اعتبار سے بڑھ کر ہو وہ تشریعی نبی کیوں نہیں ہوگا؟ اس لئے یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی اپنی تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ مرزائی صاحبان عملاً مرزا صاحب کو تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں یعنی اُن کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں خواہ وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے خلاف ہو، چنانچہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ میں صفحہ ۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ کے وقت میں اسقدر شدّت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا''

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ طبع اول ۱۹۱۰ء) ﴿رخ ج ۱۷ ص ۴۴۳﴾

حالانکہ نبی کریم ﷺ کا واضح اور صریح ارشاد موجود ہے کہ

الجهادُ ماضٍ اِلٰی یَومِ القِیامةِ

''یعنی جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا''

(ابوداؤد و نحوہ)

مرزائی صاحبان شریعت محمدیہ کے اِس صریح اور واضح حکم کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔اس طرح شریعت محمدیہ میں جہاد خمس، فئی، جزیہ اور غنائم کے تمام احکام جو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان سب میں مرزا صاحب کے مذکورہ بالا قول کے مطابق تبدیلی کے قائل ہیں۔اس کے بعد تشریعی نبوت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے۔

ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں

اور اگر بالفرض یہ درست ہو کہ مرزا صاحب ہمیشہ غیر تشریعی نبوت کا ہی دعویٰ کرتے رہے ہیں تب بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدۂ ختم نبوت میں یہ تفریق کرنا کہ فلاں قسم کی نبوت ختم ہو گئی ہے اور فلاں قسم کی باقی ہے، اسی ''دجل و تلبیس'' کا ایک جز ہے جس سے سرکار دو عالم ﷺ نے خبر دار فرمایا تھا۔سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی کون سی آیت یا سرکار دو عالم ﷺ کے کون سے ارشاد میں یہ بات مذکور ہے کہ ختم نبوت کے جس عقیدے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سینکڑوں بار دہرایا جارہا ہے وہ صرف تشریعی نبوت کے لئے ہے اور غیر تشریعی نبوت اس سے مستثنیٰ ہے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کا سلسلہ آپؐ کے بعد بھی جاری تھا تو قرآن کریم کی ابدی آیات نے ،سرکار دو عالم ﷺ کی لاکھوں احادیث میں سے کسی ایک حدیث نے ،یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بے شمار اقوال میں سے کسی ایک قول ہی نے یہ بات کیوں بیان نہیں کی؟ بلکہ کھلے لفظوں میں ہمیشہ یہی واضح کیا جاتا رہا کہ ہر قسم کی نبوت بالکل منقطع ہو چکی اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ختم نبوت کی سینکڑوں احادیث میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل احادیث دیکھئے۔

نمبر ۱: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَارَسُولَ بَعْدِی وَلَانَبِیَّ

(رواہ الترمذی:۔ جلد ۲ صفحہ ۱۵ ابواب الرؤیا وقال صحیح)

''بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی''

یہاں اول تو نبی اور رسول کے ساتھ نبوت اور رسالت کے وصف کو بالکلیہ منقطع قرار دیا گیا

دوسرے رسول اور نبی دونوں لفظ کا استعمال کر کے دونوں کی علیحدہ علیحدہ نفی کی گئی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جہاں یہ دونوں لفظ ساتھ ہوں وہاں رسول سے مراد نئی شریعت لانے والا اور نبی سے مراد پرانی شریعت ہی کا متبع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث نے تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی نبوت کو صراحۃً ہمیشہ کے لئے منقطع قرار دے دیا۔

نمبر۲: آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری اوقات حیات میں جو بات بطور وصیت ارشاد فرمائی، اس میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی تھے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُبَشَّراتِ النُّبُوَّۃِاِلاالرُّؤیاالصَّالِحَۃُ.

(رواہ مسلمؒ والنسائی وغیرہ)

اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔

نمبر۳: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کَانَتْ بَنُو اِسرائِیلَ تَسُوسُھُم الانْبِیاءُ کُلَّمَاھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَه نَبِیٌّ وَاِنَّه لا نَبِیَّ بَعْدِی وَسَیَکُونُ خُلَفَاء فَیَکْثُرُونَ قَالُو ا فَمَا تأمُرُنَا قَالَ فُوْا بَیْعَۃَ الاوَّلِ فَالاوَّلِ اَعْطُوھُمْ حَقَّھُمْ ..

''بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے، فرمایا کہ یکے بعد دیگرے اُن کی بیعت کا حق ادا کرو''۔

(صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱ کتاب الانبیاء و مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ کتاب الامارت)

اِس حدیث میں جن انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر ہے وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ ہی کی شریعت کا اِتباع کرتے تھے لہٰذا غیر تشریعی نبی تھے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بتادیا کہ میری امت میں ایسے غیر تشریعی نبی بھی نہیں ہونگے۔ نیز "لانَبِـیَ بَـعْـدِی" کہنے کے ساتھ آپؐ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء تک کا ذکر کردیا لیکن کسی غیر تشریعی یا ظلی بروزی نبی کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائی اعتقاد کے مطابق دنیا میں ایک ایسا عظیم نبی آنے والا تھا ، جو تمام انبیاء بنی اسرائیلؑ سے افضل تھا۔

اس میں (معاذ اللہ) تمام کمالات محمدیہ دوبارہ جمع ہونے والے تھے اور اس کے تمام انکار کرنے والے کافر، گمراہ، شقی اور عذابِ الٰہی کا نشانہ بننے والے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہا کہ آپؐ کے بعد تمام نبوت کا دعویٰ کرنے والے دجال ہونگے اور آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ آپؐ کے بعد کے خلفاء تک کا ذکر کیا گیا، لیکن ایسے عظیم الشان نبی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اِس کا مطلب اس کے سِوا اور کیا نکلتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے (معاذ اللہ) اپنے بندوں کو جان بوجھ کر ہمیشہ کیلئے ایک گمراہ کن دھوکے میں مبتلا کردیا تھا کہ وہ علی الِاطلاق ہر قسم کی نبوت کو ختم سمجھیں اور آنے والے غیر تشریعی نبی کو جھٹلا کر کافر، گمراہ اور مستحقِ عذاب بنتے رہیں؟ کیا کوئی شخص دائرۂ اسلام میں رہتے ہوئے اِس بات کا تصور بھی کرسکتا ہے۔

عربی صرف ونحو کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رو سے "لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) کا جملہ ایسا ہی ہے جیسے لا اِلٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) لہٰذا اگر "اوّل الـذکـر" جملے میں کسی چھوٹے درجے کے غیر تشریعی یا طفیلی نبی کی گنجائش نکل سکتی ہے تو کوئی شخص یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ مؤخـر الذکر جملے میں ایسے چھوٹے خداؤں کی گنجائش ہے جن کی معبودیت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا ظل بروز ہونے کی وجہ سے ہے، اور جو مستقل بالذات خدا نہیں۔ ہر باخبر انسان کو معلوم ہے کہ دنیا کی بیشتر مشرک قومیں ایسی ہیں جو مستقل بالذات خدا صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتی ہیں اور ان کا شرک صرف اس بنا پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ ایسے دیوتاؤں

اور معبودوں کے بھی قائل ہیں جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ لاالٰہ الا اللہ کے قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدۂ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپؐ کے بعد بالواسطہ یا غیر تشریعی انبیاء کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا دوسرا عقیدہ یعنی عقیدۂ ختم نبوت کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول ثانی کے عقیدے کو عقیدۂ ختم نبوت سے متضاد قرار دینا اسی خلط مبحث کا شاہکار ہے جسے احادیث میں مدعیان نبوت کے ''دجل'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کی آیات اور احادیث کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھے گا، جو پوری امت نے اجماعی طور پر سمجھے ہیں، یعنی یہ کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، اس سے یہ نرالا نتیجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ آپؐ کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت چھن گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر کسی شخص کو آخر الاولاد، یا خاتم الاولاد، یعنی فلاں شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا کوئی شخص بقائمی حواس اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد ہوئی تھی وہ سب مر چکی؟ پھر آخر خاتم الانبیاء یا آخر الانبیاء کے لفظ کا یہ مطلب کون سی لغت، کونسی عقل اور کونسی شریعت کی روشنی میں لیا جا سکتا ہے کہ آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پا چکے؟

خود مرزا صاحب ''خاتم الاولاد'' کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال وتمام دورۂ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اسکی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے''۔ (تریاق القلوب ص۱۵۷ طبع سوم، قادیان ۱۹۳۸ء) ﴿رخ ج۱۵، ص۴۷۹﴾

آگے لکھتے ہیں:

> ''میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم اولاد تھا''۔

خود مرزا صاحب کی اس تشریح کے مطابق بھی خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ماں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ عقل وخرد کی آخر کون سی منطق سے آیت خاتم النبیین کے منافی ہوسکتا ہے؟

ظلّی اور بُروزی نبوّت کا افسانہ

اسی طرح مرزائی صاحبان بعض اوقات یہ بہانہ تراشتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی نبوت ظلی اور بروزی نبوت تھی جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا پرتو ہونے کی وجہ سے عقیدۂ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ لیکن درحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے ظلّی اور بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل بالذات نبوت سے بھی کہیں زیادہ سنگین، خطرناک اور کافرانہ ہے۔ جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تقابلِ اَدیان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ''ظل اور بروز'' کا تصور خالصۃً ہندوانہ تصور ہے اور اسلام میں اس کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی کہیں نہیں پائی جاتی۔

(۲) ظلّی اور بروزی نبوت کا جو مفہوم خود مرزا غلام احمد صاحب نے بیان کیا ہے اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند مرتبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ (معاذ اللہ) افضل الانبیاء ﷺ کا بروز یعنی (معاذ اللہ) آپؐ ہی کا دوسرا جنم یا دوسرا روپ ہے۔ اسی بنا پر غلام احمد نے متعدد مرتبہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو براہ راست سرکار دو عالم ﷺ قرار دیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت ﷺ ہونے کا دعویٰ

''اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں''

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۲) ﴿رخ ج ۲۲ ص ۷۶﴾

''میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے''

(نزول المسیح ص ۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۹ء) ﴿رخ ج ۱۸ ص ۳۸۱﴾

''میں بموجب آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں ﷺ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔''

(ایک غلطی کا ازالہ: ج ۱۸ صفحہ ۱۰، ۱۱ مطبوعہ ربوہ) ﴿رخ ۲۱۲﴾

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے ہر مسلمان کا کلیجہ تھرّا ئے گا، لیکن اُنہیں اس لئے نقل کیا گیا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ ہے خود مرزا صاحب کے الفاظ میں ''ظلّی'' اور ''بروزی'' نبوۃ کی تشریح، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مستقل بالذات نبوت کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ظل اور بروز کے گورکھ دھندے کی آڑ میں مرزا صاحب نے (معاذ اللہ) ''تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے'' اپنے دامن میں سمیٹ لئے تو اب کون سا نبی ایسا رہ گیا جس سے اپنی افضلیت ثابت کرنے کی ضرورت رہ گئی ہو؟ اس کے بعد بھی اگر ظلی بروزی نبوت کوئی ہلکے درجے کی نبوت رہتی ہے اور اسکے بعد بھی عقیدۂ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا تو پھر یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ عقیدۂ ختم نبوت (معاذ اللہ) ایسا بے معنی عقیدہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دعوائے نبوت سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

مرزا صاحب پچھلے نبیوں سے افضل

خود مرزائی صاحبان اپنی تحریروں میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی ظلی نبوت بہت سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے افضل ہے، جنہیں بلا واسطہ نبوت ملی ہے، چنانچہ مرزا صاحب کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد، ایم، اے قادیانی لکھتے ہیں:

''اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے، یہ محض ایک نفس کا دھوکہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ظلی نبوت کیلئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلعم کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ ''من تو شدم تو من شدی'' کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم صلعم کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی، تب جا کر ظلی نبی کہلائے گا۔ پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا ہے یا اُسکے معنیٰ ناقص نبوت کے کرتا ہے۔ وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے، کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوّت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوۃ کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بُلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے، بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے

مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم، مگر مسیحِ موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

(کلمۃ الفصل۔ ریویو آف ریلیجنز ج ۱۴ نمبر ۳ ص ۱۱۳ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

آگے مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل قرار دے کر لکھتے ہیں:

''پس مسیحِ موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں، بلکہ خدا کی قسم اِس نبوت نے جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ جس تک انبیاء بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچا لے۔'' (حوالہ بالا صفحہ ۱۴)

اور مرزا صاحب کے دوسرے صاحبزادے اور انکے خلیفہ دوئم مرزا البشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

''پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ:

''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے''

(القول الفصل ص ۱۶ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۱۵ء)

خاتم النبیین ماننے کی حقیقت

یہ ہے خود مرزائی صاحبان کے الفاظ میں اُس ظلی اور بروزی نبوت کی پوری حقیقت جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ جس شخص کو بھی عقل و فہم اور دیانت وانصاف کا کوئی ادنیٰ حصہ ملا ہے وہ مذکورہ بالا تحریریں پڑھنے کے بعد اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے

کہ ''ظلی اور بروزی نبوت'' کے عقیدے سے زیادہ کوئی عقیدہ بھی ختم نبوت کے منافی اور اس سے متضاد نہیں ہوسکتا۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور ظلی بروزی نبوت کا عقیدہ یہ کہتا ہے کہ نہ صرف آپؐ کے بعد نبی آسکتا ہے بلکہ ایسا نبی آسکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ نبوت کا حامل ہو، جو افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''تمام کمالات'' اپنے اندر رکھتا ہو اور جو تمام انبیاء کے مراتب کمال کو پیچھے چھوڑتا ہوا، سرکار دو عالم ﷺ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوسکے۔

آنحضرت ﷺ سے بھی افضل

بلکہ اس عقیدے میں اس بات کی بھی پوری گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار دو عالم ﷺ سے بھی افضل قرار دے دے۔ کیونکہ جب مرزا صاحب آپ ﷺ ہی کا ظہور ثانی قرار پائے تو آپ کا ظہور ثانی پہلے ظہور سے اعلیٰ بھی ہوسکتا ہے اور یہ محض ایک قیاس ہی نہیں ہے بلکہ مرزائی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے سابق ایڈیٹر قاضی ظہور الدین اکمل کی ایک نظم ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار ''بدر'' میں شائع ہوئی تھی جس کے دو شعر یہ ہیں:

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں   غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر   مکان اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں   اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل   غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر، ۲۵، اکتوبر ۱۹۰۶ء جلد ۲ نمبر ۴۳ صفحہ ۴)

یہ محض ''مریداں می پرانند'' والی شاعری نہیں ہے، بلکہ یہ اشعار، شاعر نے خود مرزا غلام احمد صاحب کو سنائے اور انہیں لکھ کر پیش کئے، اور مرزا صاحب نے اس پر جزاک اللہ کہہ کر داد دی ہے۔ چنانچہ قاضی اکمل صاحب ۲۲ راگست ۱۹۴۴ء کے الفضل میں لکھتے ہیں:

''وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اُسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ اس وقت کسی نے اس شعر پر اعتراض نہ کیا، حالانکہ مولوی محمد علی صاحب (امیر جماعت لاہور) اور اَغْـوانُهُـم موجود تھے اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے بہ وثوق کہا جا سکتا ہے کہ سن رہے تھے اور اگر وہ اس سے بوجہ مرور زمانہ انکار کریں تو یہ نظم ''بدر'' میں چھپی اور شائع ہوئی۔ اُس وقت ''بدر'' کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اُس سے کچھ بڑھ کر جو اِس عہد میں ''الفضل'' کی ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر سے ان لوگوں کے محبانہ اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ آیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا تھا کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان اور قلت عرفان کا ثبوت دیتا۔''

(الفضل جلد ۳۲ نمبر ۱۹۶ مؤرخہ ۲۲ اگست ۴۴ء ص ۶ کالم ۱)

آگے لکھتے ہیں:

''یہ شعر خطبہ الہامیہ کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا۔'' (ایضاً ص ۶ کالم ۲، ۳)

اس سے واضح ہے کہ یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی نہ تھی، بلکہ ایک مذہبی عقیدہ تھا، اور ظلی بروزی نبوت کے اعتقاد کا وہ لازمی نتیجہ تھا جو مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ سے ماخوذ تھا اور مرزا صاحب نے بذات خود اس کی نہ صرف تصدیق بلکہ تحسین کی تھی، خطبہ الہامیہ کی جس عبارت سے شاعر

نے یہ شعر اخذ کیئے ہیں، وہ یہ ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اُس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اِن دنوں بنسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودہویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اسلئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں اور اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کیلئے صدیوں کے شمار کو رسولِ کریم کی ہجرت کے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تا وہ شمار اِس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال تام رکھتا ہے دلالت کرے۔''

(خطبۂ الہامیہ: ص ۱۷۱ مصنفہ ۱۹۰۲ء مطبوعہ ربوہ) ﴿ر خ، ج ۱۶ ص ۲۷۱، ۲۷۲﴾

اِس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا بروزی طور پر آنحضرت ﷺ سے بڑھ جانا خود مرزا صاحب کا عقیدہ تھا جسے اُنہوں نے خطبۂ الہامیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں بیان کیا اسی کی تشریح کرتے ہوئے قاضی اکمل نے وہ اشعار کہے اور مرزا صاحب نے ان کی تصدیق و تحسین کی۔

ہر شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔

پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ مرزائی صاحبان کا عقیدہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ صرف مرزا صاحب ہی نہیں، بلکہ ہر شخص اپنے روحانی مراتب میں ترقی کرتا ہوا (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔''

(الفضل قادیان جلد نمبر ۱۰ نمبر ۵ مؤرخہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۹، عنوان خلیفۃ المسیح کی ڈائری)

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ مرزائی صاحبان کی طرف سے بعض اوقات مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں، اسکی اصلیت کیا ہے؟ خود مرزا صاحب اسکی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اللہ جلّشانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحبِ خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کیلئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اِسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (۱)

(حقیقۃ الوحی ۹۷، حاشیہ) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۰۰﴾

ظلّ و بروز کے مذکورہ بالا اعتقادات کے ساتھ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے پاس افاضۂ کمال کی ایسی مہر تھی جو بالکل اپنے جیسے، بلکہ اپنے سے افضل و اعلیٰ نبی تراشتی تھی (۱) قرآن و حدیث، لغت عرب اور عقل انسانی کے ساتھ اس کھلے مذاق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے ''معبودِ واحد'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم میں وہ تنہا ذات ہے جس کی قوت قدسیہ خدا تراش ہے اور اپنے جیسے خدا پیدا کر سکتی ہے۔ اگر قرآن کریم کی آیات اور امت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ایسی گستاخانہ دل لگی کرنے کے بعد بھی کوئی شخص دائرۂ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پھر روئے زمین کا کوئی انسان کافر نہیں ہو سکتا۔

(۱) یہ اور بات ہے کہ خود مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق اس عظیم الشان مہر سے صرف ایک ہی نبی تراشا گیا اور وہ مرزا غلام احمد صاحب تھے فرماتے ہیں کہ ''اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱) ﴿خ ۴۰۶ ج ۲۲﴾ یہ لکھتے وقت مرزا صاحب کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ خاتم النبیین جمع کا صیغہ ہے لھذا اس مہر سے کم از کم تین نبی تو تراشے جانے چاہیئے تھے

دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ

مرزا صاحب کا دعوائے نبوت پچھلے صفحات میں روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے اور قرآن، حدیث، اجماع اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جو شخص آنحضرت B کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ اور اُس کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کا نہیں، عقل عام کا بھی فیصلہ ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ جب کبھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو حق و باطل کی بحث سے قطع نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں وہ فوراً دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اُس شخص کی تصدیق کرتا ہے اور اُسے سچا مانتا ہے، اور دوسرا گروہ، وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق اور پیروی نہیں کرتا۔ ان دونوں گروہوں کو دنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیرو سمجھا گیا ہے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ''ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے
> اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔'' (۱)

(الحکم جلد۱۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء منقول از ملفوظات احمدیہ ج ۱ صفحہ ۱۴۳

مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان ۱۹۲۵ء) ﴿ملفوظات جلد ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ لندن﴾

مذاہب عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہو جاتی ہے کہ دعوئ نبوت کے مانتے ہوئے یہ دو فریق کبھی ہم مذہب نہیں کہلائے بلکہ ہمیشہ حریف مذہبوں کی طرح رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے، لیکن جب

(۱) یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک شقی یعنی کافر اور دوسری سعید یعنی مسلمان پھر پہلی قسم کو جہنمی اور دوسری کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے **فمنهم شقي و سعيد**.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہو گئے ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگر چہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے کبھی اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے۔ اسی طرح جب سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات، زبور، اور انجیل تینوں پر ایمان لائے۔ اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا، اور نہ کبھی مسلمانوں نے یہ کوشش کی کہ انہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اسکے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں امت اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل کا حامل قرار دے کر انکے خلاف جہاد کیا حالانکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا، بلکہ اسکے یہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں **اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ** کا کلمہ شامل تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ:

> **وکان یُؤذنُ لِلنبی صلی اللہ علیہ وَسَلم وَیَشْھَدُ فی الاذانِ اَنَّ محمداً رسولَ اللہ وکان الذی یُؤذِنُ لَہ عبدُ اللہ بن نواحہ وکان الذی یُقِیم لَہ حُجَیر بن عُمَیر**
>
> ''مسیلمہ نبی کریم ﷺ کے نام پر اذان دیتا تھا اور اذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔ (تاریخ طبری: ج ۳ صفحہ ۲۴۴)

مذاہب عالم کی یہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعی نبوت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سائے میں جمع نہیں ہوئے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے

دعویٰ نبوت کا یہ سو فیصد منطقی نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں رہ سکتا جو ان کے دعوؤں کی تکذیب کرتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کو ایک دین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن وسنت اور اجماع امت ہی سے نہیں، بلکہ مذہب کی پوری تاریخ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

مرزائی صاحبان کی جماعت لاہور کے امیر محمد علی لاہوری صاحب نے ۱۹۰۶ء کے ریویو آف **ریلیجنز** (انگریزی) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in witeh christianity stood to judaism-

(منقول از مباحثہ[1] راولپنڈی ص ۲۴۰ مطبوعہ دارلفضل قادیان وتبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص ۱۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر کراچی)

یعنی "احمدیت کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی۔"

کیا عیسائیت اور یہودیت کو کوئی انسان ایک مذہب قرار دے سکتا ہے؟

خود مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ الگ ملت ہیں

مرزائی صاحبان کو اپنی یہ پوزیشن خود تسلیم ہے کہ ان کا اور ستر کروڑ مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے وہ اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں اپنے اس عقیدے کا برملا اعلان کر چکے ہیں کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں میں ان کی تکذیب کی ہے وہ سب دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی مذہبی کتابوں کی تصریحات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ مرزائی صاحبان کی دونوں جماعتوں کا باہمی تحریری مباحثہ ہے جو دونوں کے مشترک خرچ پر شائع کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس میں جو عبارتیں منقول ہیں وہ دونوں جماعتوں کے نزدیک مستند ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنے خطبۂ الہامیہ جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے کا پورا بذریعہ الہام نازل ہوا تھا، کہتے ہیں:

واتخذت روحانية نبينا خيرِ الرُّسُلِ مَظهراً مّن اُمته لتبلُغ كمالَ ظُهُورِها وغلبةَ نُورِها كما كان وعدُالله فى الكتابِ المُبين. فأنا ذٰلك المظهرُ الموعودُ والنورُ المَعْهُودُ فاٰمِنْ ولاتكُنْ مّن الكافِرِينَ. وإنْ شِئتَ فاقرَءْ قولَه تعالىٰ هُوَ الّذِى اَرْسلَ رسولَه بِالهُدىٰ ودينِ الحقِ لِيُظْهِرَه عَلَى الدّينِ كُلِّه.

اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ **هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ**۔"

(خطبہ الہامیہ مترجم مصنفہ ۱۹۰۱ء مطبوعہ ربوہ) ﴿رخ ۲۶۷ ج ۱۶ صفحہ ۲۶۷، ۲۶۸﴾

اور حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔

(اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا (دوم) دُوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حُجت کے جُھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اِس لئے کہ وُہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیوں کہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔''

(حقیقۃ الوحی: صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ مصنفہ ۱۹۰۶ء مطبوعہ طبع اول ۱۹۰۷ء)

﴿رخ، ج ۲۲، ص ۱۸۵، ۱۸۶﴾

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیوں کہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اِسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وُہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔''

﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۶۷﴾

آگے لکھتے ہیں:

''علاوہ اِس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔'' ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۶۸﴾

مزید لکھتے ہیں:

''خدا نے میری سچائی کی گواہی کیلئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا، اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رَدّ کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افتراء کرنے کے کافر ٹھہرا۔''

(حوالہ بالا ص ۱۶۳، ۱۶۴) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۶۸﴾

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام اپنے خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ) ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳) ﴿رح، ج ۲۲ ص ۱۶۷﴾

نیز "معیار الاخیار" میں مرزا صاحب اپنا ایک الہام اس طرح بیان کرتے ہیں:

"جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔"

(اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۸ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ج ۳: ۲۷۵﴾

نزول المسیح میں لکھتے ہیں:

"جو میرے مخالف تھے اُنکا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"

(نزول المسیح: صفحہ ۴ طبع اول مطبع ضیاء الاسلام قادیان، ۱۹۰۹ء) ﴿رح، ج ۱۸ ص ۳۸۲﴾

اور اپنی کتاب "الہدیٰ" میں اپنے انکار کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے مساوی قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بد بخت ہیں اور انس و جن میں اُن سا کوئی بھی بدطالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا۔ دوسرا وُہ جو خاتم الخلفاء (یعنی بزعم خود مرزا صاحب) پر ایمان نہ لایا۔"

(الہدیٰ: صفحہ ۵ دار الامان قادیان ۱۹۰۲ء) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۲۵۰﴾

اور انجام آتھم میں لکھتے ہیں:

"اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔"

(انجام آتھم: صفحہ ۶۲ مطبوعہ قادیان ۱۹۲۲) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۶۲﴾

نیز اخبار بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟''

اس کا طویل جواب دیتے ہوئے آخر میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار شائع کردیں یہ سب کافر ہیں کیوں کہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں، ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔'' (اخبار بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء منقول از فتاویٰ احمدیہ: ج ۱ صفحہ ۳۰۷)

مرزائی خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کے فتویٰ

مرزائی صاحبان کے پہلے خلیفہ جن کی خلافت پر دونوں مرزائی گروپ متفق تھے، فرماتے ہیں:

''ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔''

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج ۱ صفحہ ۲۷۵ بحوالہ اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ۸ مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۱۱ء)

نیز ایک اور موقع پر کہتے ہیں:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ

کے رسولوں، کتابوں فرشتوں کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہے یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیحا ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔''

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ: ج ا صفحہ ۳۸۵۔ بحوالہ الحکم نمبر ۱۹ جلد ۱۸، ۱۹۰۲ء و ۲۸ مئی ۱۹۱۴ء)

خلیفہ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ

اور مرزائی صاحبان کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود صاحب کہتے ہیں:

''جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دیدے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملہ میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔ کیا اسلئے دیتے ہو؟ کہ وہ تمہاری قوم کا ہوتا ہے مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمہاری قوم تو احمدیت ہوگئی۔ شناخت اور امتیاز کیلئے اگر کوئی پوچھے۔ تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو۔ ورنہ اب تو تمہاری قوم، گوت تمہاری ذات احمدی ہی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو۔ مومن کا تو یہ کام ہوتا ہے کہ جب حق آجائے تو باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔''

(ملائکۃ اللہ از مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۴۶، ۴۷ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

نیز انوار خلافت میں فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ

پڑھیں کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا
معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔''

(انوار خلافت صفحہ ۹۰ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

اور'' آئینۂ صداقت'' میں تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام تک نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں، فرماتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں
نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔''

(آئینۂ صداقت صفحہ ۳۵ منقول از مباحثۂ راولپنڈی صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ قادیان)

مرزا بشیر احمد، ایم، اے کے اقوال

اور مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم، اے، لکھتے ہیں:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ
کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر
اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔''

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۰ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز جلد نمبر ۱۴ نمبر ۳۔۴ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''مسیح موعود کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ
اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ نعوذ باللہ
اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افتریٰ علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی
صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعوی الہام
میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اُس سے ہمکلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلا شبہ یہ کفر

انکار کرنے والے پر پڑیگا...... پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مانکر اس کے منکروں کو کافر جانو یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو کیونکہ آیت کریمہ صاف بتارہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مکذب ضرور کافر ہے پس خدارا اپنا نفاق چھوڑ دو اور دل میں کوئی فیصلہ کرو۔''

(کلمۃ الفصل ص۱۲۳۔مندرجہ ریویو آف ریلیجنز: جلد۱۴ مارچ واپریل ۱۹۱۵ء)

محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال

محمد علی لاہوری صاحب (امیر جماعت لاہور) انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:

The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in witeh christianity stood judaism.

(منقول از مباحثہ راولپنڈی ص۲۴۰ مطبوعہ دار الفضل قادیان وتبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص۱۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر کراچی)

اس میں محمد علی لاہوری صاحب نے ''احمدیت'' کو ''اسلام'' سے اسی طرح الگ مذہب قرار دیا ہے جس طرح عیسائیت یہودیت سے بالکل الگ مذہب ہے۔

نیز ریویو آف ریلیجنز جلد۵ صفحہ ۳۱۸ میں لکھتے ہیں:

''افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہوکر انہی اعتراضات کو دہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اندھے ہوکر ان اعتراضوں کو مظبوط کر رہے ہیں اور دہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰؑ پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ

جو اعتراض اس پر کیا جائے گا وہ اور نبیوں پر پڑیگا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے وہ گویا کل سلسلۂ نبوت کو رد کرتا ہے۔''

(منقول از تبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل صاحب قادیانی ص ۴۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب یا ان کے متبعین کی عبارتوں میں کہیں کہیں ضمناً اپنے مخالفین کے لئے ''مسلمان'' کا لفظ استعمال ہو گیا ہے اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ملک محمد عبداللہ صاحب قادیانی ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''آپ نے اپنے منکروں کو ان کے ظاہری نام کی وجہ سے مسلمان لکھا ہے، کیونکہ عرف عام کی وجہ سے جب ایک نام مشہور ہو جائے تو پھر خواہ حقیقت اس میں موجود نہ بھی رہے اسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔''

(احمدیت کے امتیازی مسائل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۴۱ء جلد نمبر ۴۰ نمبر ۱۲ ص ۳۸)

مسلمانوں سے عملی قطع تعلق

مذکورہ بالا عقائد کی بنا پر مرزائی صاحبان نے خود اپنے آپ کو ایک الگ ملت قرار دیدیا ہے، اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے، ان کا یہ طرز عمل مرزا غلام احمد صاحب کے دعوؤں اور تحریروں کا بالکل منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے، ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق قائم کرنے اور ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کی بالکلیہ ممانعت کر دی۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز جنازہ

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا ہے کہ:

''تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اسلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو جیسا خدا نے مجھے

اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔''

(تحفۂ گولڑویہ: صفحہ ۲۸ حاشیہ مصنفہ ۱۹۰۲ مطبوعہ طبع جدید ربوہ) ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۶۴﴾

غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ

مرزا بشیر الدین محمود (خلیفۂ دوم قادیانی صاحبان) لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفۂ اوّل نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا (اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے)۔''

(انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۹۴ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

آگے لکھتے ہیں:

''میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دونگا۔'' (حوالہ بالا)

البتہ مسلمانوں کی لڑکیاں لینے کو قادیانی مذہب میں جائز قرار دیا گیا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کے دوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ:

''اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔''

(کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو جلد ۱۴، صفحہ ۱۶۹ نمبر ۴)

غیر احمدیوں کی نماز جنازہ

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

''اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے، لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے، شریعت وہی مذہب ان کے بچے کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔

(انوار خلافت: صفحہ ۹۳ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

قائد اعظم کی نماز جنازہ

چنانچہ اپنے مذہب اور خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں چودھری ظفر اللہ خاں صاحب سابق وزیر خارجہ پاکستان نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی۔ منیر انکوائری کمیشن کے سامنے تو اس

کی وجہ اُنہوں نے یہ بیان کی کہ:

''نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے، اسلئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کرسکا جس کی امامت مولانا کررہے تھے۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب صفحہ ۲۱۲)

لیکن عدالت سے باہر جب ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ نے قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں ادانہیں کی؟ تو اس جواب اُنہوں نے یہ دیا:

''آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔''

(زمیندار لاہور ۸رفروری ۱۹۵۰ء)

جب اخبارات میں یہ واقعہ منظر عام پر آیا تو جماعت ربوہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ:

'جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا انکا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں'

(ٹریکٹ ۲۲ بعنوان ''احراری علماء کی راست گوئی'' کا نمونہ
ناشر: مہتمم نشر واشاعت نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

اور قادیانی اخبار ''الفضل'' کا جواب یہ تھا کہ:

''کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے، مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول خدا نے۔''

(الفضل ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

بعض لوگ چودھری ظفر اللہ خاں کے اس طرز عمل پر اظہار تعجب کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تعجب کا کوئی موقع نہیں۔ اُنہوں نے جو دین اختیار کیا تھا یہ اس کا لازمی تقاضا تھا ان کا دین، ان کا مذہب، ان کی امت، اُن کے عقائد، اُن کے افکار، ہر چیز مسلمانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ ان سے بالکل متضاد ہے، ایسی صورت میں وہ قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے؟

خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مرزائی مذہب مسلمانوں سے بالکل الگ مذہب ہے جس کا اُمتِ اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں اور اپنی یہ پوزیشن خود مرزائیوں کو مسلم ہے کہ اُن کا اور مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے اور وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے الگ ایک مستقل امت ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنے آپ کو سیاسی طور پر بھی مسلمانوں سے الگ ایک مستقل اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں:

> ''میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں جس پر اُس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں، اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کردو، اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔''
>
> (مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ ''الفضل'' ۱۳ر نومبر ۱۹۴۶ء)

کیا اس کے بعد بھی اس مطالبے کی معقولیت میں کسی انصاف پسند انسان کو کوئی ادنیٰ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ مرزائی امت کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے؟

مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ

یہاں ایک اور اہم حقیقت کی طرف توجہ دلانا از بس ضروری ہے اور وہ یہ کہ مرزائی صاحبان کا نوّے سالہ طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے جماعتی مفادات کی خاطر بسا اوقات صریح غلط بیانی سے بھی نہیں چوکتے۔ پیچھے ان کے وہ واضح اور غیر مبہم تحریریں پیش کی جا چکی ہیں جن میں اُنہوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر قرار دیا ہے۔ اور جتنی تحریریں پیچھے پیش کی گئی ہیں اس سے زیادہ مزید پیش کی جاسکتی ہیں،

لیکن اپنی ان گنت مرتبہ ان صریح اعلانات کے باوجود منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے۔

ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان بھی اسے صحیح باور نہ کر سکے۔ چنانچہ اپنی رپورٹ میں وہ لکھتے ہیں:-

''اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں، اور ''لفظ کفر'' جو احمدی لیٹریچر میں ایسے اشخاص کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، لیکن ہم نے اس موضوع پر بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اسکے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔''

(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو صفحہ ۲۱۲ ۱۹۵۴ء)

چنانچہ جب تحقیقات کی بلا ٹل گئی تو وہی سابقہ تحریریں جن میں مسلمانوں کو برملا کافر کہا گیا تھا پھر شائع ہونی شروع ہو گئیں، کیونکہ وہ تو ایک وقتی چال تھی جس کا اصل عقیدے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہی حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر ماننے کا ہے کہ مرزائی پیشواؤں کی ایسی صریح تحریروں کا ایک انبار موجود ہے جس میں اُنہوں نے اپنے اس عقیدے کا برملا اعلان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کی آمد بند نہیں ہوئی بلکہ آپ کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً ان کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا تھا کہ:

''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اُسے کہوں گا

تو جھوٹا ہے، تو کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔''

(انوار خلافت صفحہ ۶۵ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

لیکن حال ہی میں جب پاکستان کے دستور میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامے میں یہ الفاظ بھی تجویز کیئے گئے کہ ''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر ہونے پر اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔'' تو قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اعلان فرمایا کہ :

''میں نے اس حلف نامے کے الفاظ پر بڑا غور کیا ہے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک احمدی کے راستے میں اس حلف کو اٹھانے میں کوئی روک نہیں''

(الفضل ربوہ ۱۳ ارمئی ۱۹۷۳ء جلد ۶۲ ر ۲۷ نمبر ۱۰۶ صفحہ ۴، ۵)

ملاحظہ فرمایئے کہ جو بات خلیفۂ دوم کے نزدیک انسان کو جھوٹا اور کذاب بنا دیتی ہے اور جس کا اقرار تلواروں کے درمیان بھی جائز نہیں تھا، جب عہدۂ صدارت و وزارت اس پر موقوف ہو گیا تو اس کے حلفیہ اقرار میں بھی کچھ حرج نہ رہا۔''

لہٰذا

مرزائی صاحبان کے بارے میں حقیقت تک پہنچنے کے لئے وہ بیانات ہمیشہ گمراہ کن ہوں گے جو وہ کوئی پتا پڑنے پر دیا کرتے ہیں۔ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کیلئے ان کی اصل مذہبی تحریروں اور ان کے نوّے سالہ طرز عمل کا مطالعہ ضروری ہے۔ یا تو وہ اپنے تمام سابقہ عقائد، تحریروں اور بیانات سے کھلم کھلا توبہ کر کے ان سب سے برأت کا اعلان کریں اور اس بات کا عملی ثبوت فراہم کریں کہ مرزا غلام احمد کی پیروی سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، یا پھر جرأت مندی سے اپنے ان عقائد اور بیانات کو قبول کر کے اپنی اس پوزیشن پر راضی ہوں جو ان کی روشنی میں ثابت ہوتی ہے۔ اس کے سوا جو بھی تیسرا راستہ اختیار کیا جائیگا وہ محض دفع الوقتی کی ترکیب ہوگی جس سے کسی ذمہ دار ادارے یا حق کے طلبگار کو دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے۔

لاہوری جماعت کی حقیقت

مرزائی صاحبان کی لاہوری جماعت، جس کے بانی محمد علی لاہوری صاحب تھے، بہ کثرت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی، بلکہ مسیح موعود اور مہدی اور مجدد مانتی ہے۔ اس لئے اس پر ختم نبوت کی خلاف ورزی کے الزام میں کفر عائد نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ جس شخص کا جھوٹا دعوائے نبوت ثابت ہو چکا ہو۔ اسے صرف نبی ماننا ہی نہیں، سچا ماننا اور واجب الاطاعت سمجھنا بھی کھلا کفر ہے۔ چہ جائیکہ اسے مسیح موعود، مہدی اور مجدد اور محدَّث (صاحب الہام) قرار دیا جائے جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا، کسی شخص کا دعوائے نبوت جو دو حریف مذہب پیدا کرتا ہے، وہ اسے سچا ماننے والوں اور جھوٹا ماننے والوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو جماعت اسے سچا قرار دیتی ہے وہ ایک مذہب کی پیرو قرار پاتی ہے اور جو جماعت اسکی تکذیب کرتی ہے وہ دوسرے مذہب میں شامل ہوتی ہے۔ لہٰذا جب مرزا غلام احمد قادیانی کا مدعی نبوت ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا تو اب اس کو پیشوا ماننے والی جماعتیں ایک ہی مذہب میں داخل ہوں گی، خواہ وہ اسے نبی کا نام دیں، یا مسیح موعود، مہدی معہود اور مجدد کا۔ لیکن اس مختصر جواب کے ساتھ لاہوری جماعت کی پوری حقیقت واضح کر دینا بھی مناسب ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ عقیدہ و مذہب کے اعتبار سے ان دونوں جماعتوں میں عملاً کوئی فرق نہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلیفۂ اوّل حکیم نور الدین کے انتقال تک جماعت قادیان اور جماعت لاہور کوئی الگ جماعتیں نہ تھیں۔ اس پورے عرصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام متبعین خواہ مرزا بشیر الدین ہوں یا محمد علی لاہوری، پوری آزادی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ''نبی'' اور ''رسول'' کہتے اور مانتے رہے۔ محمد علی لاہوری صاحب عرصۂ دراز تک مشہور قادیانی رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے بے شمار مضامین میں نہ صرف مرزا صاحب کے لئے ''نبی'' اور ''رسول'' کا لفظ استعمال کیا، بلکہ ان کے لئے نبوت و رسالت

کے تمام لوازم کے قائل رہے اُن کے ایسے مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن سکتی ہے۔ تاہم یہاں محض نمونے کے طور پر ان کی چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۳ر مئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک بیان دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تکذیب کرے وہ ''کذاب'' ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مرزا صاحب نے کذّاب لکھا تو ٹھیک کہا۔ اس بیان میں وہ لکھتے ہیں:

''مکذّب مدعی نبوت کذّاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب، ملزم مدعی نبوت ہے اس کے مرید اسکو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔''

(حلفیہ شہادت بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور مؤرخہ ۱۳ر مئی ۱۹۰۴ء منقول از ماہنامہ فرقان قادیان، نمبر ۱، ماہ جنوری ۱۹۴۲ء جلد ۱ صفحہ ۱۵)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کردیئے۔ مگر آپ کے متبعین کامل کیلئے جو آپؐ کے رنگ میں رنگین ہوکر آپؐ کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔''

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ صفحہ ۱۸۶ بحوالہ تبدیلی عقائد از محمد اسماعیل قادیانی صفحہ ۲۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں دنیا کی اصلاح کیلئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں۔ بلکہ ایک عرصۂ دراز تک جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت توبہ لیں، آپ کو کسی سے کچھ سروکار نہیں تھا اور سالہا سال تک گوشۂ خلوت سے باہر نہیں نکلے، یہی سنّت قدیم سے انبیاء کی چلی آئی ہے'' (ریویو صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲ بحوالۂ بالا جلد ۵ صفحہ ۳۷)

''مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے، مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کرسکتا ہے مگر چاہیئے مانگنے والا

......ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔"

(تقریر محمد علی صاحب در احمدیہ بلڈنگس مندرجہ الحکم ۱۸/ جولائی ۱۹۰۸ء
بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۲ء جلد نمبر ۱، نمبر ۱، صفحہ ۱۱)

یہ اقتباسات تو محض بطور نمونہ محمد علی لاہوری صاحب بانی جماعت لاہور کی تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں لیکن یہ صرف انہی کا عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ پوری جماعت لاہور نے اپنے ایک حلفیہ بیان میں انہی عقائد کا اقرار کیا ہے۔

لاہوری جماعت کا حلفیہ بیان

"پیغام صلح" جماعت لاہور کا مشہور اخبار ہے۔ اس کی ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں پوری جماعت کی طرف سے یہ حلفیہ بیان شائع ہوا:

"معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ھٰذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا اُن میں سے کوئی ایک سیّدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیّت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خُدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود ومہدی معہود کو اس زمانے کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔"

(پیغام صلح ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۳،۱۴)

اس حلفیہ بیان کے بعد لاہوری جماعت کے اصل عقائد سے ہر پردہ اٹھ جاتا ہے۔ لیکن جب مرزائیوں کے خلیفۂ اوّل حکیم نور الدین کا انتقال ہوتا ہے اور خلافت کا مسئلہ اٹھتا ہے تو محمد علی

لاہوری صاحب مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر کے قادیان سے لاہور چلے آتے ہیں اور یہاں اپنی الگ جماعت کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزا بشیر الدین خلیفہ دوم مقرر کئے گئے اور ۲۲ر مارچ ۱۹۱۴ء کو اس فیصلے سے اختلاف کرنے والی جماعت لاہور کا پہلا جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ یہ تھی:۔

"صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیر الدین) کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمدؑ کے نام پر بیعت لیں، یعنی اپنے سلسلۂ احمدیہ میں ان کو داخل کر لیں۔ لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق و اختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے ہیں اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے، اس میں کسی قسم کی دست اندازی کرے۔"

(ضمیمہ پیغام صلح ۲۴ر مارچ ۱۹۱۴ء بحوالہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۷)

اس قرارداد سے واضح ہے کہ لاہوری جماعت کو اس وقت نہ جماعت قادیان کے عقائد پر اعتراض تھا اور نہ وہ مرزا بشیر الدین کو خلافت کیلئے نااہل قرار دیتے تھے، جھگڑا تھا تو اس بات پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیئے جائیں نہ کہ خلیفہ کو، لیکن جب مرزا بشیر الدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری نے لکھا:

"خلافت کا سلسلہ صرف چند روز ہوتا ہے، تو کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ اگر ایک شخص کی بیعت کر لی تو اب آئندہ بھی کرتے جاؤ۔"

(پیغام صلح ۲ر اپریل ۱۹۱۴ء منقول از فرقان حوالہ بالا صفحہ ۷)

یہ تھا قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا اصل اختلاف جس کی بنا پر یہ دونوں پارٹیاں الگ ہوئیں۔ اس سیاسی اختلاف کی بنا پر جب قادیانی جماعت نے لاہوری جماعت پر عرصۂ حیات تنگ

کر دیا تو لاہوری گروپ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے پر مجبور ہوا۔

چنانچہ جب جماعت لاہور نے اپنا الگ مرکز قائم کیا تو کچھ اپنی علیٰحدگی کو خوبصورت بنانے کی تدبیر، کچھ قادیانی جماعت کے بغض اور کچھ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی فکر کی وجہ سے اس جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع اور توبہ کا اعلان کئے بغیر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتے ہیں۔

قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں

لیکن اگر لاہوری جماعت کے اُن عقائد کو بھی دیکھا جائے جن کا اعلان اُنہوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد کیا ہے۔ تب بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اُن کا موقف محض ایک لفظی ہیر پھیر ہے اور حقیقت کے اعتبار سے اُن کے اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ مرزا غلام احمد کے الہام کو حجت اور واجب الاتباع مانتے ہیں، اُسی طرح یہ بھی اُسے حجت اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام کفریات کی تصدیق کرتے ہیں اُسی طرح یہ بھی اُنہیں مذہبی ماخذ کی حیثیت دیتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کے مخالفین کو کافر کہتے ہیں اُسی طرح یہ بھی مرزا صاحب کو کافر اور جھوٹا قرار دینے والوں کے کفر کے قائل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کے لئے لفظ نبی استعمال کرنے کو علی الاطلاق جائز سمجھتی ہے اور لاہوری جماعت مرزا صاحب کیلئے اِس لفظ کے استعمال کو صرف لغوی یا مجازی حیثیت میں جائز قرار دیتی ہے۔

اِس حقیقت کی تشریح اس طرح ہوگی کہ لاہوری جماعت جن بنیادی عقیدوں میں اپنے آپ کو قادیانی جماعت سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ دو عقیدے ہیں۔

نمبر ا: مرزا غلام احمد کے لئے لفظ نبی کا استعمال۔

نمبر ۲: غیر احمدیوں کو کافر کہنا۔

لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف مجدد مانتی ہے اور

غیر احمدیوں کو کافر کے بجائے صرف فاسق قرار دیتی ہے۔ اب ان دونوں باتوں کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے:

نبی نہ ماننے کی حقیقت

لاہوری جماعت اگرچہ اعلان تو یہی کرتی ہے کہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے، بلکہ ''مجدد'' مانتے ہیں۔ لیکن مُجدد کا مطلب کیا ہے؟ بعینہ وہ جسے قادیانی جماعت ظلّی اور بروزی نبی کہتی ہے۔ چنانچہ محمد علی لاہوری صاحب اپنی کتاب ''النبوۃ فی الاسلام'' میں جو جماعت لاہور کی علیحدگی کے بہت بعد کی تصنیف ہے، لکھتے ہیں:

> ''انواع نبوت میں سے وہ نوع جو محدَّث کو ملتی ہے وہ چونکہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول کے ملتی ہے، جیسا توضیح مرام میں لکھا تھا کہ وہ نوع مبشرات ہے۔ اسلئے وہ اس تحدید ختم نبوت سے باہر ہے اور یہ حضرت مسیح موعود ہی نہیں کہتے بلکہ حدیثوں نے صاف طور پر ایک طرف محدثوں کا وعدہ دے کر اور دوسری طرف مبشرات کو باقی رکھ کر یہی اصول قرار دیا ہے۔ گویا نبوت تو ختم ہے، مگر ایک نوع نبوت باقی ہے اور وہ نوع نبوت مبشرات ہیں، وہ ان لوگوں کو ملتی ہے جو کامل طور پر اتباع حضرت نبی کریم ﷺ کا کرتے ہیں اور فنافی الرسول کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب بعینہ اسی اصول کو چشمۂ معرفت میں جو آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کی سب سے آخری کتاب ہے، بیان کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۲۴۔
>
> ''تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے، مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں، یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وُہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اس کا ظل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔''

اب دیکھو کہ یہاں بھی نبوت کو تو ختم ہی کہا ہے۔ لیکن ایک قسم کی نبوت باقی بتائی ہے اور وہ وہی ہے جو آنحضرت صلی للہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ وہ نبوت جس کو ظلی نبوت یا نبوت محمدیہ قرار دیتے ہیں وہ وہی مبشرات والی نبوت ہے۔''

(النبوت فی الاسلام صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ لاہور)

آگے مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تشریح کرتے ہوئے اور اُنہیں درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''درحقیقت جو کچھ فرمایا ہے (یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے) گو اُسکے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو مگر ماحصل سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی یہ کہ اوّل فرمایا کہ صاحبِ خاتم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ صاحبِ خاتم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسکی مہر سے ایک ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔ اب اُمتی ہونے کے معنی یہی ہیں کہ کامل اطاعت آنحضرت ﷺ کی کی جائے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا جائے تب آپؐ کے فیض سے ایک قسم کی نبوت بھی مل سکتی ہے، وہ نبوت کیا ہے؟ اس کو اخیر میں جا کر صاف حل کر دیا ہے کہ وہ ایک ظلی نبوت ہے ''جس کے معنیٰ ہیں فیض محمدی سے وحی پانا'' اور یہ بھی فرمایا کہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔''

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صاحب صفحہ ۱۵۳)

محمد علی لاہوری صاحب کی ان عبارتوں کو اہل قادیان اور اہل ربوہ کے اُن عقائد سے ملا کر دیکھیئے جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں کیا کہیں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ لیکن آگے فرق ظاہر کرنے کیلئے لفظوں کا یہ کھیل بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مسیحِ موعود نے اپنی پہلی اور پچھلی تحریروں میں ایک ہی اصول باندھا ہے اور وُہ اصول یہ ہے کہ بابِ نبوت تو مسدود ہے مگر ایک نوع کی نبوت مل سکتی ہے۔ یُوں نہیں کہیں گے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ مگر ایک نوع کی نبوت باقی رہ گئی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ یوں نہیں کہیں گے کہ ایک شخص اب بھی نبی ہوسکتا ہے، یوں کہیں گے کہ ایک نوع کی نبوت اب بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوسکتی ہے، اس کا نام ایک جگہ مبشرات، ایک جگہ جزوی نبوت، ایک جگہ محدثیت، ایک جگہ کثرت مکالمہ رکھا ہے۔ مگر نام کوئی بھی رکھا ہو، اسکا بڑا نشان یہ قرار دیا ہے کہ وہ ایک انسان کامل محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے مل سکتی ہے۔ وہ فنافی الرسول (۱) سے حاصل ہوتی ہے (ا) وہ نبوت محمدیہ کی مستفاض ہے۔ وہ چراغ نبوی کی روشنی ہے، وہ اصلی کوئی چیز نہیں، ظل ہے۔'' (حوالہ بالا صفحہ ۱۵۸)

کیا یہ لفظوں کے معمولی ہیر پھیر سے ظلّ و بروز کا بعینہ وہی فلسفہ نہیں ہے جو مرزا صاحب اور قادیانی جماعت کے الفاظ میں پیچھے بیان کیا جاچکا ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو حقیقت کے لحاظ سے قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں فرق کیا رہ گیا؟ اور یہ صرف محمد علی لاہوری صاحب ہی کا نہیں، پوری لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان جو مباحثہ راولپنڈی میں ہوا اور جسے دونوں جماعتوں نے مشترک خرچ پر شائع کیا اُس میں لاہوری جماعت کے نمائندے نے صراحۃً کہا کہ:

''حضرت (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال میں ایک کامل ظل ہیں۔ پس ان کی بیوی اسلیئے اُم المؤمنین ہے اور یہ بھی ظلی طور پر مرتبہ ہے۔'' (مباحثۂ راولپنڈی صفحہ ۱۹۶)

(۱) فنافی الرسول سے نبوت مل جاتی ہے تو شاید فنافی اللہ سے خدائی بھی مل جاتی ہوگی۔

نیز اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ:

''حضرت مسیح موعود نبی نہیں، مگر آنحضرت ﷺ کی نبوت ان میں منعکس ہے''

(مباحثۂ راولپنڈی صفحہ ۱۹۶)

یہ سب وہ عقائد ہیں جنہیں لاہوری جماعت اب بھی تسلیم کرتی ہے۔ اِس سے واضح ہو گیا کہ مرزا غلام احمد کی نبوت کے مسئلہ میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں صرف لفظی ہیر پھیر کا اختلاف ہے۔ لاہوری جماعت اگرچہ مرزا صاحب کا لقب مسیح موعود اور مجدد رکھتی ہے۔ لیکن ان الفاظ سے اس کی مراد بعینہ وہی ہے جو قادیانی جماعت ظلی، بروزی یا غیر تشریعی یا اُمتی نبی کے الفاظ سے مراد لیتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ''مسیح موعود'' ''مجدد'' اور ''مہدی'' کا یہ مقام جسے مرزا صاحب نے ہزار ہا مرتبہ لفظ ''نبی'' سے تعبیر کیا اور جسکے لئے وہ خود ۱۹۱۴ء تک بلا تکلف یہی لفظ استعمال کرتے رہے، خلافت کا نزاع پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے ''نبوت'' کا لفظ - اور صرف لفظ - مجازی یا لغوی قرار پا گیا جسے مرزا صاحب کی عبارتوں کی تشریح کے لئے اب بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن عام تحریروں میں اس کا استعمال مصلحۃً ترک کر دیا گیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے بالکل صحیح بات کہی تھی کہ:

> ''تحریک احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اوّل الذکر جماعت بانیٔ احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے۔ آخر الذکر نے اعتقاداً یا مصلحۃً قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا۔''
>
> (حرف اقبال صفحہ ۱۴۹، المنار اکادمی مطبوعہ ۱۹۴۰ء)

یہاں یہ حقیقت بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ لاہوری صاحبان نے جو تاویل کی ہے کہ مرزا صاحب نے ہر جگہ اپنے لئے لفظ ''نبی'' مجازی یا لغوی طور پر استعمال کیا ہے حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا [1] اِس تاویل کے لئے انہوں نے ''حقیقی نبوۃ'' کی ایک مخصوص اصطلاح گھڑی ہے جو شرعی

(۱) اگرچہ مرزا صاحب کی بے شمار تحریریں اس دعوے کی تردید کرتی ہیں۔

اصطلاح سے بالکل الگ ہے۔اس حقیقی نبی کے لئے اُنہوں نے بہت سی شرائط عائد کی ہیں جن میں سے چند یہ بھی ہیں:

۱۔ حقیقی نبی صرف وہ ہوگا جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لیکر آئے ہوں نزول جبرئیل کے بغیر کوئی حقیقی نبی نہیں ہوسکتا"۔

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صفحہ ۲۸)

۲۔ حقیقی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سابقہ شریعت کو منسوخ یا اس میں ترمیم کر سکے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۴۷)

۳۔ حقیقی نبی کی وحی عبادات میں پڑھی جاتی ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۵۶)

۴۔ ہر حقیقی نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب لائے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۶۰)

حقیقی نبوت کی اس طرح بارہ شرائط عائد کرنے کے بعد اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ یہ شرائط مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں اس لئے ان پر حقیقی معنیٰ میں لفظ نبی کا اطلاق درست نہیں۔

اب ظاہر ہے کہ شریعت کی معروف اصطلاح میں نبی کے لئے نہ کتاب لانا ضروری ہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس کی وحی عبادتوں میں ضرور پڑھی جائے، نہ یہ لازمی ہے کہ نبی اپنے سے پہلی شریعت کو ہمیشہ منسوخ ہی کردے اور نہ نبوت کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ اس میں وحی لانے والے ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام ہی ہوں۔لہٰذا "حقیقی نبوۃ" صرف اسی نبوت کو قرار دینا جس میں یہ ساری شرائط موجود ہوں، محض ایک ایسا حیلہ ہے جسکے ذریعہ کبھی مرزا صاحب کو نبی قرار دینا اور کبھی ان کی نبوت سے انکار کرنا آسان ہوجائے۔ کیونکہ یہ شرائط عائد کرکے تو بہت سے انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ "حقیقی نبی" نہیں تھے، کیونکہ نہ ان پر کتاب اتری نہ اُن کی وحی کی تلاوت کی گئی اور نہ وہ کوئی نئی شریعت لیکر آئے لیکن وہ انبیاء تھے۔

تکفیر کا مسئلہ

لاہوری جماعت جس بنیاد پر اپنے آپ کو اہل قادیان سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ اصل میں تو نبوت ہی کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں پیچھے واضح ہو چکا کہ وہ صرف لفظی ہیر پھیر کا فرق ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ دوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جماعت لاہور کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت قادیان سے مختلف ہے، تکفیر کا مسئلہ ہے۔ یعنی لاہوریوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیتی ہے، لیکن یہاں بھی بات اتنی سادہ نہیں جتنی بیان کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر امیر جماعت محمد علی لاہوری صاحب نے ایک مستقل کتاب ''ردتکفیر اہل قبلہ'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد ان کا جو نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود نہ ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں:-

۱۔ وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے۔ ایسے لوگ ان کے نزدیک بلاشبہ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۱۵)

۲۔ وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کو کافر یا کاذب کہتے ہیں ان کے بارے میں ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ وہ ''کافر'' ہیں۔ چنانچہ محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

> گویا آپ (یعنی مرزا غلام احمد) کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں، ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے اور دوسرے منکروں کا الگ ہے۔''

آگے پہلی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعوے کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا۔ بلکہ وجہ کفر صرف اسی بات کو قرار دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے

کافر کہا، اسلئے اسی حدیث کے مطابق کافر کہنے والے پر کفر لوٹ آتی ہے، اس صورت میں بھی کفر لوٹا''

مزید لکھتے ہیں:

''چونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معنی یکساں ہیں یعنی مدعی (مرزا صاحب) کی دونوں تکفیر کرتے ہیں اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آجاتے ہیں۔''

(ردتکفیر اہل قبلہ مصنفہ محمد علی لاہوری صفحہ ۲۹، ۳۰ مطبوعہ انجمن اشاعت اسلام ۱۹۲۶ء)

نیز لاہوری جماعت کے مشہور مناظر، اختر حسین گیلانی لکھتے ہیں:

''جو (مرزا صاحب) کی تکذیب کرنے والے ہیں ان کے متعلق ضرور فرمایا کہ ان پر فتویٰ کفر لوٹ کر پڑتا ہے، کیونکہ تکذیب کرنیوالے حقیقۃً مفتری قرار دیکر کافر ٹھہراتے ہیں۔'' (مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ قادیان)

اس سے صاف واضح ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوؤں میں کاذب (جھوٹا) قرار دیتے ہیں یا اُنہیں کافر کہتے ہیں۔ ان کو لاہوری جماعت بھی کافر تسلیم کرتی ہے۔ صرف تکفیر کی وجہ کا فرق ہے۔ جو لوگ لاہوریوں کے نزدیک کفر کے فتوے سے مستثنیٰ ہیں اور صرف فاسق ہیں وہ صرف ایسے غیر احمدی ہیں جو مرزا صاحب کو کاذب یا کافر نہیں کہتے۔ اب غور فرمایئے کہ عالمِ اسلام میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب نہیں کرتے؟ ظاہر ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے وہ سب اُن کی تکذیب ہی کرتے ہیں لھٰذا وہ سب لاہوری جماعت کے نزدیک بھی فتوائے کفر کے تحت آجاتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا عملاً ایک ہی بات ہے خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اِسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وُہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ ۱۹۰۷ء) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۶۷﴾

منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ میں جج صاحبان نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب کو نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا ایک ہی بات ہے۔" لہٰذا جو فتویٰ تکذیب کرنے والوں پر لگے گا وہ درحقیقت تمام غیر احمدیوں پر عائد ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"نماز جنازہ کے متعلق احمدیوں نے ہمارے سامنے بالآخر یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد کا ایک فتویٰ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے جس میں اُنہوں نے احمدیوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اُن مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں جو مرزا صاحب کے مکذب اور مکفر نہ ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے، کیونکہ اس فتویٰ کا ضروری مفہوم یہی ہے کہ اس مرحوم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو مرزا صاحب کو نہ مانتا ہو، لھٰذا اس اعتبار سے یہ فتویٰ موجودہ طرز عمل ہی کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۱۲)

اب غور فرمایئے کہ فتویٰ کفر کے اعتبار سے عملاً لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں کیا فرق رہ گیا؟ قادیانی کہتے ہیں کہ تمام مسلمان غیر احمدی ہونے کی بنا پر کافر ہیں، اور لاہوری جماعت والے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کاذب کہنے کی وجہ سے کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فتویٰ کفر کے لوٹ کر پڑنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب اس اندرونی فلسفہ کو وہ خود طے کریں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن عملی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کیا فرق پڑا کہ۔

ستم سے باز آکر بھی جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بعض مرتبہ لاہوری جماعت کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مرزا صاحب کی تکذیب کرنے والوں کو جو کافر قرار دیتے ہیں اس سے مراد ایسا کفر نہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے، بلکہ ایسا کفر ہے جو "فسق" کے معنیٰ میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر "کفر" سے ان کی

مراد فسق ہی ہے تو پھر جو غیر احمدی مرزا صاحب کو کافر یا کاذب نہیں کہتے انکے لئے اس لفظ ''کفر'' کا استعمال کیوں درست نہیں؟ جب کہ وہ بھی لاہوریوں کے نزدیک ''فاسق'' ضرور ہیں۔

(دیکھیے النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۱۵ طبع دوم مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۲۴۷)

لاہوری جماعت کی وجوہ کفر

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان بنیادی عقائد کے اعتبار سے کوئی عملی فرق نہیں۔ فرق اگر ہے تو وہ الفاظ و اصطلاحات اور فلسفیانہ تعبیروں کا فرق ہے اور ان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فرق لاہوری جماعت نے ضرورۃً اور مصلحۃً پیدا کیا ہے، اسی لئے ۱۹۱۴ء کے تنازع خلافت سے پہلے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اب منقح طور پر ان کے کفر کی وجوہ، درج ذیل ہے:

۱- قرآن وحدیث، اجماع اُمت، مرزا غلام احمد کے ذاتی عقائد اور حالات کی روشنی میں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ مرزا غلام احمد ہرگز وہ مسیح نہیں جس کا قربِ قیامت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ اور ان کو مسیح موعود ماننا قرآن کریم، متواتر احادیث اور اجماع اُمت کی تکذیب ہے۔ لاہوری مرزائی چونکہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے ہیں، اسلئے کافر اور دائرۂ اسلام سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح قادیانی مرزائی۔

۲- مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کو کافر کہنے کے بجائے اپنا دینی پیشوا قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

۳- پیچھے بتایا جا چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سیکڑوں کفریات کے باوجود لاہوری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ (معاذ اللہ) وہ آنحضرت ﷺ

کا بروز تھا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت اُس میں منعکس ہوگئی تھی، اور اس اعتبار سے اُسے نبی کہنا درست ہے، یہ عقیدہ دائرۂ اسلام میں کسی طرح نہیں کھپ سکتا۔

۴- دعوائے نبوت کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف بے شمار کفریات سے لبریز ہیں (جن کی کچھ تفصیل آگے آرہی ہے) لاہوری جماعت مرزا صاحب کی تمام تحریروں کو حُجت اور واجب الاطاعت قرار دے کر ان تمام کفریات کی تصدیق کرتی ہے۔ محمد علی لاہوری صاحب لکھتے ہیں:

''اور مسیح موعود کی تحریروں کا انکار درحقیقت مخفی رنگ میں خود مسیح موعود کا انکار ہے۔''

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۱۱ طبع لاہور)

یہاں یہ واضح رہنا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں ''مجدد'' کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جب اسلام کی تعلیمات سے روگردانی عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ پھر سے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان مجددین کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی، نہ ان کی کسی بات کو شرعی حجت سمجھا جاتا ہے، نہ وہ اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور نہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اُنہیں ضرور مجدد مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ لوگ انہیں مجدد کی حیثیت سے پہچان بھی جائیں۔ چنانچہ چودہ سالہ تاریخ میں مجددین کے ناموں میں اختلاف رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص انہیں مجدد تسلیم نہ کرے تو شرعاً وہ گنہگار بھی نہیں ہوتا، نہ وہ اپنے تجدیدی کارنامے الہام کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں اور نہ انکے الہام کی تصدیق شرعاً واجب ہوتی ہے۔

اسکے بالکل برعکس لاہوری جماعت مرزا صاحب کے لئے ان تمام باتوں کی قائل ہے۔ لہٰذا اس کا یہ دعویٰ کہ ''ہم مرزا صاحب کو صرف مجدد مانتے ہیں'' مغالطے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مرزائی نُبُوّت کی جھلکیاں

ایک نظر میں.................

ہم نے اپنی قرار داد میں کہا ہے کہ
''ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اُس کا جھوٹا
اعلان بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے
کی کوششیں اِسلام کے بڑے بڑے
احکام کے خلاف غدّاری تھیں۔''

آئندہ صفحات میں اس کی تشریح پیش کی جارہی ہے

مرزائیوں کی مزید کفریات اور گستاخیاں

عقیدۂ ختم نبوت کی صریح خلاف ورزی کے علاوہ مرزا صاحب کی تحریریں اور بہت سی کفریات سے بھری ہوئی ہیں یہاں تمام کفریات کا ذکر کرنا تو مشکل ہے لیکن نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز تو قرار دیا ہی تھا۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے متعدد مقامات پر اپنے آپ کو خدا کا بروز بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ۱۵/مارچ ۱۹۰۶ء کے خودساختہ الہامات میں ایک الہام یہ بھی تھا کہ:

اَنْتَ مِنّی بِمَنْزِلَةِ بُرُوْزِیْ ''یعنی تو مجھ سے میرے بروز کے رتبے میں ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد۵ نمبر۵ ماہ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ۶۲)

نیز انجام آتھم میں میں اپنے الہامات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِی وَتَفْرِیْدِی ''تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید'' (انجام آتھم ۵۱ طبع قادیان ۱۸۹۷ء) ﴿رخ، ج ۱۱ص۵۱﴾

نیز لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں''

(کتاب البریہ صفحہ ۷۸ طبع دوم قادیان ۱۹۳۲ء/آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ طبع جدید ربوہ)

﴿رخ، ج ۱۳ص ۱۰۳، ۵۶۴ج ۵﴾

مزید لکھتے ہیں:

''اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں

لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔ یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو
براہین احمدیہ میں ہے: اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِی وَتَفْرِیْدِی.
(اربعین نمبر۳ صفحہ۲۵ کا حاشیہ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۰ء) ﴿رخ ج ۱۷ص ۴۱۳ ﴾

قرآن کریم کی تحریف اور گستاخیاں

مرزا صاحب نے قرآن کریم میں اس قدر لفظی و معنوی تحریفات کی ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ یہاں تک کہ اُس شخص نے یہ جسارت بھی کی ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات جو صراحۃً آنحضرت ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھیں اُن کو اپنے حق میں قرار دیا اور جو القاب اور امتیازات قرآنِ کریم نے سرکار دو عالم ﷺ کے لئے بیان فرمائے تھے تقریباً سب کے سب اس نے اپنے لئے مخصوص کر لئے اور یہ کہا کہ مجھے بذریعہ وحی ان القاب سے نوازا گیا ہے۔

مثلاً مندرجہ ذیل آیات قرآنی:

۱۔ ومآ ارسلناک الا رحمۃ للعالمین .
(اربعین نمبر۳ صفحہ۲۳) ﴿رخ، ج ۱۷ص ۴۱۰﴾

۲۔ وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوَیٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی.
(اربعین نمبر۲ صفحہ ۳۶) ﴿رخ، ج ۱۷ص ۳۸۵ ﴾

۳۔ داعیاً اِلَی اللهِ وَسِرَاجاً مُنِیْراً
(حقیقۃ الوحی صفحہ۷۵) ﴿رخ، ج ۲۲ص ۷۸﴾

۴۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللهُ
(اربعین نمبر۳ صفحہ۲۳ ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ۷۹) ﴿رخ، ج ۲۲ص ۸۲ ﴾

۵۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله یدالله فوق ایدیھم
(حقیقۃ الوحی صفحہ۸۰) ﴿رخ، ج ۲۲ص ۸۳﴾

۶۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً. لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر
(حقیقۃ الوحی صفحہ۹۴) ﴿رخ، ج ۲۲ص ۹۷﴾

۷۔ یٰسٓ انک لمن المرسلین .

(حقیقۃ الوحی ۱۰۷) ﴿رخ، ج۲۲ص ۱۱۰﴾

۸۔ انآ ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم

(ریویو آف ریلیجنز اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۶۳)

۹۔ انآ اعطینٰک الکوثر کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ سورت بطور خاص آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز بتانے کے لئے نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کی ہے'' لیکن مرزا صاحب نے اس سورت کو اپنے حق میں قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ: ان شانئک ھو الابتر (بیشک آپ کا دشمن مقطوع النسل ہے) میں شانی یعنی بدگو اور دشمن سے مراد اُن کا ایک ''شقی، خبیث طینت، فاسد القلب، ہندوزادہ، بدفطرت، مخالف یعنی نومسلم سعد اللہ ہے۔''

(ملاحظہ ہو انجام آتھم صفحہ ۵۴، ۵۵) ﴿رخ، ج ۱۱ص ۵۸﴾

۱۰۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اعزاز یعنی معراج کو بھی مرزا نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا کہ یہ میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ اَسۡرٰیۤ بِعَبۡدِہٖ لَیۡلاً

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸) ﴿خ ۸۱ ج ۲۲﴾

۱۱۔ اسی معراج کے ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم نے فرمایا ہے کہ:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی

''پھر قریب ہوا، تو بہت قریب ہوگیا، دو کمانوں یا اس سے بھی قریب۔'' مرزا غلام احمد نے یہ آیت بھی اپنی طرف منسوب کی ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۶) ﴿رخ، ج ۲۲ص ۷۹﴾

۱۲۔ قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ

''اور میں ایک رسول کی خوش خبری دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔''

مرزا غلام احمد نے انتہائی جسارت اور ڈھٹائی سے دعویٰ کیا کہ اِس آیت میں میرے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے اور احمد سے مراد میں ہوں۔

(ازالۃ الاوہام طبع اوّل صفحہ ۶۷۳ طبع دوم صفحہ ۱۷۵ مطبوعہ کاشی رام پور پریس لاہور ۱۳۰۸ھ) ﴿رخ، ج ۳ ص ۴۶۳﴾

چنانچہ مرزائی صاحبان اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس آیت میں احمد سے مراد آنحضرت ﷺ کے بجائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مرزا غلام احمد ہے۔ قادیانیوں کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مستقل تقریر کی جو ''انوار خلافت'' میں ان کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے۔ اسکے آغاز میں وہ کہتے ہیں:

''پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا۔ یا آنحضرت ﷺ کا، اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے متعلق؟ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔ لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ ﷺ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآنِ کریم میں آیا ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد) کے متعلق ہی ہے۔''

(انوار خلافت صفحہ ۱۸ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

یہ شرمناک، اشتعال انگیز، جگر سوز، ناپاک جسارت اس حد تک بڑھ گئی کہ ایک قادیانی مبلغ سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ نے "اسمہ احمد" کے عنوان سے ۱۹۳۴ء کے جلسۂ سالانہ قادیان میں ایک مفصل تقریر کی جو الگ شائع ہو چکی ہے۔ اس میں اُس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد آنحضرت ﷺ کے بجائے مرزا غلام احمد ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورۂ صف میں صحابۂ کرامؓ کو فتح و نصرت کی جتنی بشارتیں دی گئی ہیں وہ صحابہ کرامؓ کیلئے قادیانی جماعت کے لئے تھیں۔ چنانچہ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

> "پس یہ اُخریٰ (۱) کتنی بے بہا نعمت ہے جس کی صحابہؓ تمنا کرتے رہے مگر وہ اُسے حاصل نہ کر سکے اور آپ کو مل رہی ہے۔
>
> (اسمہ احمد صفحہ ۴۷ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء)

غور فرمایئے کہ سرکار دوعالم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ کی یہ توہین اور قرآن کریم کی آیات کے ساتھ یہ گھناؤنا مذاق مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے بغیر ممکن تھا؟

مرزائی وحی قرآن کے برابر

پھر یہ جسارت یہیں پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ مرزا غلام احمد صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر نازل ہونے والی نام نہاد وحی (جس میں انتہائی درجہ کی کفریات اور بازاری باتیں موجود ہیں) ٹھیک قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ اپنے ایک فارسی قصیدے میں وہ کہتا ہے:

آنچہ من بشنوم زوحی خدا   بخدا پاک دانمش زخطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم   از خطاہا ہمیں ست ایمانم

(نزول المسیح صفحہ ۹۹ طبع اول قادیان ۱۹۰۹ء) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۴۷۷﴾

"یعنی خُدا کی جو وحی میں سنتا ہوں خُدا کی قسم میں اُسے ہر غلطی سے پاک سمجھتا

(۱) آیات قرآنی: وأخریٰ تحبونها نصر من الله وفتح قریب (الصف ۶۱:۱۳)

ہوں۔قرآن کی طرح اُسے تمام غلطیوں سے پاک یقین کرتا ہوں، یہی میرا ایمان ہے۔''

مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا قرآن کی طرح میری وحی بھی حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کی تائید میں اُنہوں نے ایک پورا قصیدۂ اعجازیہ تصنیف کیا ہے جو اُن کی کتاب ''اعجاز احمدی'' میں شائع ہوگیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس کے علاوہ پوری امت مسلمہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم و تقدیس کو جزوِ ایمان سمجھتی ہے سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے تمام انبیاء سے افضل تھے لیکن کبھی آپ نے کسی دوسرے نبی کے بارے میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو اُنکے شایانِ شان نہ ہو، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی انسانی پستیوں کے تحت الثریٰ میں کھڑے ہو کر بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے رہے۔اس کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔اِس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے۔''

(کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ربوہ ۱۹۵۷ء) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۷۱﴾

۲۔ ''مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے......ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کیلئے افیون مفید ہوتی ہے۔پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔میں نے جواب دیا کہ......اگر میں ذیابیطس کیلئے افیون کھانے کی عادت کرلوں۔تو میں ڈرتا ہوں

کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا۔ اور دوسرا افیونی۔"

(نسیم دعوت صفحہ ۶۹ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۶ء) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۴۳۴، ۴۳۵﴾

۳۔ مرزا غلام احمد ایک نظم میں کہتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رُو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھکر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔"

(دافع البلاء صفحہ ۲۰، ۲۱ طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۲۴۰﴾

۴۔ ازالہ اوھام میں مرزا صاحب نے اپنی ایک فارسی نظم لکھی ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجا است تا بہ نہد پا بمنبرم

(ازالہ اوھام طبع اول صفحہ ۱۵۸ و طبع دوم ۹۵۶ مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور ۱۳۰۸ھ)

﴿رخ، ج ۳ ص ۱۸۰﴾

یعنی! "یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں۔ عیسیٰ کی مجال کہاں کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھ سکیں۔"

۵۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود...... بھیجا، جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔"

(دافع البلاء صفحہ ۱۳ طبع قادیان ۱۹۴۶ء) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۲۳۳ / رخ، ج ۲۲ ص ۱۵۲﴾

۶۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وُہ کام جو میں کرسکتا ہوں وُہ ہرگز نہ کرسکتا اور وُہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دِکھلا نہ سکتا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۷ء) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۱۵۲﴾

۷۔ مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دُوسرے راستبازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحیٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی۔[1] اِسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور (باعفت) رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

(مقدمہ دافع البلاء) ﴿رخ، ج۱۸ص۲۲۰﴾

۸۔ نیز تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ ان کی نظیر اگر گذشتہ

(۱) ناانصافی ہوگی اگر یہاں خود مرزا صاحب کی ''راستباز'' سیرت کے دو ایک واقعے ذکر نہ کئے جائیں۔ مرزا صاحب کے مرید خاص مفتی محمد صادق صاحب مرزا صاحب کے ''غض بصر'' یعنی نگاہیں نیچی رکھنے کے بیان میں لکھتے ہیں

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی ایک دفعہ اُس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرہ میں حضرت بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں کھڑا تھا جس کے پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر وہ ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔'' (ذکر حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادق صفحہ۳۸ قادیان ۱۹۳۶ء)

نیز ایک نوجوان عورت عائشہ نامی مرزا صاحب کے پاؤں دبایا کرتی تھی، اسکے شوہر غلام محمد لکھتے ہیں،، حضور کو مرحومہ کی خدمت پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی'' (الفضل ۲۰/مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ۸)

اسکے علاوہ جو اجنبی عورتیں مرزا صاحب کے گھر میں رہتی تھیں اور انکی مختلف خدمات پر مامور تھیں ان کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرت المہدی از مرزا بشیر احمد ایم۔اے۔ صفحہ۔۲۱۰ ج ۳، ۲۱۳ ج ۳، ۲۷۳ ج ۳، ۸۸ ج ۳، ۱۲۶ ج ۳، ۳۵ ج ۳، ۳۰ ج ۳، ۲۵۹ ج ۱) جبکہ عوام کیلئے فتویٰ یہ تھا کہ بوڑھی عورت سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۷۶ ج ۲ مطبوعہ ۱۹۲۷ء)

اور مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں: ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔'' (ذکر حبیب صفحہ ۱۸)

نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اَور جگہ انکی مثل نہیں ملے گی۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۴ طبع ربوہ ۱۹۵۷ء) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۱۶﴾

آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی

پھر تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی افضلیت ظاہر کر کے بھی انہیں تسلی نہیں ہوئی، بلکہ مرزا غلام احمد کی گستاخیوں نے سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عظمت پر بھی دست درازی کی کوشش کی ہے، لکھتا ہے کہ:

"خوب توجہ کر کے سُن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں ۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴ مطبوعہ ۱۹۰۰ء) ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۴۴۵﴾

اور خطبۂ الہامیہ کی وہ عبارت پیچھے گزر چکی ہے جس میں اُس نے اپنے آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کا بروز ثانی قرار دے کر کہا ہے کہ یہ نیا ظہور پہلے سے اشد اقویٰ اور اکمل ہے۔

(دیکھئے خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۷۲) ﴿رخ، ج ۱۶ ص ۲۷۲﴾

نیز اپنے قصیدۂ اعجازیہ میں (جسے قرآن کی طرح معجزہ قرار دیا ہے) یہ شعر بھی کہا ہے کہ:

لــہ خسف الــقــمــر المنیــر وان لـی
غســا الــقــمــران الـمشـرقــان اتـنـکـر

اس (یعنی آنحضرت ﷺ) کیلئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کریگا؟

(اعجاز احمدی صفحہ ۷۱ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۲ء) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۱۸۳﴾

سچ ہے کہ: ع ناوک نے صید نہ چھوڑا زمانے میں

صحابہؓ کی توہین

جو شخص اس دیدہ دلیری کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی توہین کر سکتا ہو، وہ صحابہ کرامؓ کو کیا خاطر میں لاسکتا ہے؟ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارتیں بلا تبصرہ پیش خدمت ہیں:

۱۔ ''جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔'' (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵۸ طبع ربوہ) ﴿خ ۲۵۸ ج ۱۶﴾

۲۔ ''میں وہی مہدی ہوں جسکی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔'' (اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۱۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ۲۷۸ ج ۳﴾

۳۔ ''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔''

(ملفوظات احمدیہ صفحہ ۱۳۱ جلد ۱) ﴿ملفوظات ج ۲ ص ۱۴۲﴾

۴۔ ''بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ اس عقیدے سے بے خبر تھے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ صفحہ ۱۲۰ طبع ربوہ) ﴿رخ، ج ۲۱ ص ۲۸۵﴾

یہاں ''نادان صحابی'' کا لفظ حضرت ابوھریرہؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔

دیکھیئے خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۴۹ - وحقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳، ۳۴) ﴿رخ ۲۸۵، ۲۱۰ ج ۲۱ - ۳۶ ج ۲۲﴾

اہل بیتؓ کی توہین

گستاخی اور جسارت کی انتہا ہے کہ لکھتے ہیں:

۱۔ ''حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اُس میں سے ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ صفحہ ۱۱) ﴿خ ۲۱۳ ج ۱۸﴾

۲۔ ''میں خدا کا کشتہ ہوں، لیکن تمھارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے''۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۸۱) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۱۹۳﴾

۳۔ ''تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا، اور تمھارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے؟ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔'' (اعجاز احمدی صفحہ ۸۲) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۱۹۴﴾

۴۔ کربلائے است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم
(نزول المسیح صفحہ ۹۹) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۴۷۷﴾

۵۔ آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کی توہین کے بعد اپنی اولاد کو ''پنج تن'' کے لقب سے مقدس قرار دیتے ہوئے کہا:

میری اولاد سب تیری عطا ہے ہر ایک تیری بشارت ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
(درثمین اردو ۴۵)

شعائر اسلامی کی توہین

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے قادیان کو تمام دنیا کی بستیوں کی اُم قرار دیا ہے۔ اس لئے اب وہی بستی پورے طور پر روحانی زندگی پائے گی جو اس کی چھاتیوں سے دودھ پیئے گی۔'' (حقیقۃ الرویا صفحہ ۴۵)

آگے کہتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائیگا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا، آخر ماؤں کا دودھ سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔'' (حقیقۃ الرویاء صفحہ ۴۶،۴۵ مطبوعہ ۱۳۳۶ھ)

''آج جلسہ کا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے...... حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے، جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں، اسلئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔''

(برکات خلافت صفحہ ۵ طبع قادیان ۱۹۱۴ء)

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں: ع

زمین قادیاں اب محترم ہے — ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین صفحہ ۵۲)

اسلام اور مسلمانوں کی مکرم ترین شخصیات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کی شان میں ایسی کھلم کھلا گستاخیوں کے بعد مرزا غلام احمد جیسے شخص کو، نبی، رسول، اللہ کا بروز، خاتم انبیاء اور محمد مصطفیٰ ﷺ، جیسے خطابات دیئے گئے، اس کے مریدوں کو صحابہ کرام کہا گیا اور ان کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھا گیا۔ مرزا غلام احمد کی بیوی اُم المؤمنین قرار دی گئی، مرزا کے جانشینوں کو خلفاء اور صدیقین کے لقب عطا ہوئے قادیان ارض حرم اور ''ام القریٰ'' کہلایا اور اسلام ہے تو صرف قادیانیوں کے مذہب میں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

مرزا صاحب کے چند الہامات

معزز ارکان اسمبلی کی معلومات اور دلچسپی کیلئے مرزا صاحب کے چند خاص الہامات اور ان کی زندگی کے چند اہم گوشے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ یہ اندازہ کر سکیں کہ مرزائی صاحبان جس شخص کو نبی اور رسول کہتے ہیں وہ کیا تھا؟ اور عقیدہ ختم نبوت سے قطع نظر، اس مزاج اور انداز کے انسان میں کہیں دور دور ''نبوت'' کے مقدس منصب کی کوئی بو نظر آتی ہے؟ پہلے الہامات کو لیجئے جو بلا تبصرہ حاضر ہیں:

''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''

(نزول المسیح صفحہ ۵۷ مصنفہ مرزا صاحب) ﴿رخ، ج ۱۸ ص ۴۳۵﴾

حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمۡ

(ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی ہی قوم کی زبان میں تاکہ اُنہیں کھول کر بتائے)

اسی طرح خود مرزا صاحب نے بھی چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۹ میں تحریر کیا ہے:

''بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔''

﴿خ ۲۱۸ ج ۲۳﴾

اب مرزا صاحب کے ایسے الہامات اور مکاشفات ملاحظہ فرمایئے قرآن حکیم اور اپنے فیصلے کے خلاف مرزا صاحب کو ان زبانوں میں بھی الہامات ہوئے ہیں جنکو وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ہم بطور نمونہ مرزا صاحب کے چند الہام درج ذیل کرتے ہیں:

۱۔ اَیلِی اَیلِی لِمَا سَبَقْتَنِیْ اَیلِی اوس .

ترجمہ: اے میرے خدائے میرے خدا مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ آخری فقرہ اسی الہام ایل آوس بباعث سرعت ورود مشتبہ رہا اور نہ اسکے معنیٰ کچھ کھلے۔"

(البشریٰ جلد ا صفحہ ۳۶ مجموعہ الہامات مرزا صاحب) ﴿تذکرہ طبع دوم ۹۴﴾

۲۔ اُس (خدا) نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیّت میں مَیں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو نما پاتا رہا۔ پھر جب اسپر دو برس گذر گئے تو...... مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں ...... مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔"

(کشتی نوح صفحہ ۴۶، ۴۷) ﴿رخ، ج ۱۹ ص ۵۰﴾

۳۔ یُرِیدُونَ اَن یرو طمثک : یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا، جو متواتر ہونگے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وُہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۵۸۱﴾

۴۔ رَبُّنَا عَاجٌ "ہمارا رب عاجی ہے عاج کے معنیٰ ابھی تک نہیں کھلے"

(براہین احمدیہ ہر چہار جلد اول صفحہ ۵۵۶) ﴿رخ، ج ا ص ۶۶۲، ۶۶۳﴾

۵۔ ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت قلّت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دِقت ہوئی کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم۔ اِس لئے دعا کی گئی۔ ۵/ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے

خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اُس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اُس کا نام پوچھا۔ اُس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی۔ ٹیچی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۲) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۳۴۵﴾

مرزا جی کے فرشتے نے یا پہلے جھوٹ بولا یا بعد میں، پھر جس نبی کا فرشتہ جھوٹ بولتا ہے وہ نبی کیسے سچا ہوسکتا ہے۔

۶۔ ۲۴ رفروری ۱۹۰۵ء حالت کشفی میں جب کہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا۔ خاکسار پیپر منٹ۔"

(مکاشفات مرزا صفحہ ۳۸ - تذکرہ ۵۲۵ طبع دوم)

۷۔ مرزا صاحب کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب بی.او.ایل. پلیڈر اپنے مرتبہ ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسوم "اسلامی قربانی صفحہ ۱۲" میں تحریر کرتے ہیں۔

"جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا، سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے۔"

۸۔ پھر بعد اس کے خُدا نے فرمایا: شعتا، نعسا، دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں۔ اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے پھر بعد اسکے دو فقرے انگریزی میں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں آئی لو یو۔

آئی شیل گو یو لارج پارٹی اوف اسلام۔"

(براہین احمدیہ طبع دوم صفحہ ۶۶۴)

۹۔ ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں اوّل یہ الہام ہوا، آئی لَو یُو ۔ آئی ایم وِد یو۔ آئی شیل ہیلپ یو آئی کین وہٹ آئی ول ڈو۔ پھر بعد اس کے بہت ہی زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ الہام ہوا۔ وی کین ہٹ دی وِل ڈو۔ اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے اور باوجود پُر دہشت ہونے کے پھر اس میں ایک لذت تھی جس سے روح کو معنی معلوم کرنے سے پہلے ہی ایک تسلی اور تشفی ملتی تھی اور یہ انگریزی زبان کا الہام اکثر ہوتا رہا ہے۔''

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا طبع دوم ۶۵، ۶۴)

۱۰۔ کشفی طور پر ایک مرتبہ مجھے ایک شخص دکھایا گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا کہ ''ہے رُودّر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے۔''

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا صفحہ ۳۸۰، طبع دوم)

۱۱۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ''ہے کرشن رُودرگوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔''

(تذکرہ صفحہ ۳۸۱، طبع دوم)

۱۲۔ جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔ اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا، وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔'' (تذکرہ صفحہ ۳۸۱، طبع دوم)

۱۳۔ مرزا صاحب کا ایک نام خدا تعالیٰ نے بقول مرزا بشیر الدین حسب ذیل رکھا، دیکھو الفضل ۵ر اپریل ۱۹۴۷ء ''امین الملک جے سنگھ بہادر''

(تذکرہ الہامات مرزا، ۶۷۲، طبع دوم)

مرزا صاحب کی پیشنگوئیاں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ:

''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکِ امتحان نہیں ہوسکتا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۸ طبع لاہو) ﴿رخ، ج ۵ ص ۲۸۸﴾

اب ہم یہاں مرزا غلام احمد صاحب کی صرف دو پیشگوئیاں بطور نمونہ آپکے سامنے رکھتے ہیں جنہیں پورا کرنے کیلئے جناب مرزا صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، حیلے حوالے کئے ٹوٹکے استعمال کیے اور یہاں تک کہ رشوت تک دینے کی بھی پیش کش کی مگر وہ پوری نہ ہوسکیں۔

محمدی بیگم سے نکاح

مرزا صاحب کی چچازاد بہن کی ایک لڑکی تھی جس کا نام محمدی بیگم تھا۔ والد اس لڑکی کا اپنے کسی ضروری کام کے لئے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ پہلے تو مرزا صاحب نے شخص مذکور کو حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا اور اس کا اصرار بڑھا تو مرزا صاحب نے الہام الٰہی کا نام لیکر ایک عدد پیشگوئی کر دی کہ ''خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو الہام ہوا ہے کہ تمہارا یہ کام اس شرط پر ہوسکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۲ طبع لاہور) ﴿رخ، ج ۵ ص ۵۷۲، ۵۷۳﴾

وہ شخص غیرت کا پتلا تھا۔ یہ بات سن کر واپس چلا گیا۔ مرزا صاحب نے بعد ازاں ہر چند کوشش کی نرمی، سختی، دھمکیاں، لالچ، غرض ہر طریقہ کو استعمال کیا مگر وہ شخص کسی طرح بھی رام نہ ہوسکا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب نے چیلنج کر دیا کہ:

''میں اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کیلئے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ خدا سے خبر پانے کے بعد کہہ رہا ہوں''

(ملاحظہ ہو انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ طبع لاہور) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۲۲۳﴾

اور فرمایا کہ:

''ہر ایک روک دور کرنے کے بعد (اس لڑکی کو خدا تعالیٰ) انجامکار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۶) ﴿رخ، ج ۵ ص ۲۸۶﴾

آخر کار مرزا صاحب کی ہزار کوششوں کے باوجود محمدی بیگم کا نکاح اُن سے نہ ہوسکا اور سلطان محمد نامی ایک صاحب سے اسکی شادی ہوگئی۔ اس موقعہ پر مرزا صاحب نے پھر پیشگوئی کی کہ:

''نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔''

آگے اپنا الہام ان الفاظ میں بیان کیا:

''میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلیگی۔'' (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۴۳ جلد ۲ طبع ربوہ ۱۹۷۲ء)

اور ایک موقعہ پر یہ دعا کی کہ:

''اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو... اور اگر اے خداوند! یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔''

(مجموعہ اشتہارات صفحہ ۱۱۶ ج ۲ طبع ربوہ ۱۹۷۲ء)

لیکن محمدی بیگم بدستور اپنے شوہر کے گھر میں رہیں اور مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا تھا نہ آئیں اور مرزا صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔

(حیات ناصر صفحہ ۱۴)

اسکے بعد کیا ہوا؟ مرزا صاحب کے منجھلے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم۔اے۔ رقمطراز ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیار پور کے درمیان یکے (تانگے) میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب (مرزا، مؤلف) سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عُقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا۔ اسلئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ شخص اس معاملہ میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا، کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اسکے دوسرے ساتھی اس لڑکی کے دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع دوم صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳)

حالانکہ جناب مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ:

''ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بھی بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے، اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کی کوشش کرے اور کراوے۔'' (سراج منیر صفحہ ۲۳ طبع قادیان) ﴿رخ، ج ۱۲ ص ۲۷﴾

اور محمدی بیگم اپنے خاوند مرزا سلطان محمد کے گھر تقریباً چالیس سال بخیر وخوبی آباد رہیں اور اب لاہور میں اپنے ہونہار جوان سال مسلمان بیٹوں کے ہاں ۱۹ر نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرما گئیں۔

انا للّٰہِ و انا اِلیہ راجعون۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور اشاعت ۲۵ر نومبر ۱۹۶۶ء)

آتھم کی موت کی پیشگوئی

مرزا صاحب نے عبداللہ آتھم پادری سے امرتسر میں پندرہ دن تحریری مناظرہ کیا۔ جب مباحثہ بے نتیجہ رہا تو مرزا صاحب نے ۵/ جون ۱۸۹۳ء کو ایک عدد پیشگوئی صادر فرمادی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''مباحثہ کے ہر دن کے لحاظ سے ایک ماہ مراد ہوگا۔ یعنی پندرہ ماہ میں فریق مخالف ہاویہ میں سزا کے اٹھانے کیلئے تیار رہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔'' (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴ اروئداد مباحثہ طبع لاہور)

غرض مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق عبداللہ آتھم کی موت کا آخری دن ۵/ ستمبر ۱۸۹۴ء بنتا تھا۔ اس دن کی کیفیت مرزا صاحب کے فرزند ارجمند جناب مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی زبانی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

قادیان میں ماتم

''آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے۔ اور دوسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں برا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اوّل مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں۔ وہاں اکٹھے ہوگئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں، اس طرح انہوں نے

بین ڈالنے شروع کردیئے، ان کی چیخیں سوسو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتھم مرجائے، یا اللہ! آتھم مرجائے مگر اس کہرام اور آہ وزاری کے نتیجہ میں آتھم تو نہ مرا۔"

(خطبہ مرزا محمود احمد۔ مندرجہ الفضل قادیان ۲۰ر جولائی ۱۹۴۰ء)

اور اس قادیانی اضطراب پر مزید روشنی مرزا صاحب کے منجھلے صاحبزادے بشیر احمد ایم۔اے کی روایت سے پڑتی ہے کہ ابا جان نے آتھم کی موت کے لئے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں اور کون کون سے ٹوٹکے استعمال کئے۔ چنانچہ تحریر کرتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورۃ کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی) میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورۃ یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورۃ تھی جیسے الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ ہے اور ہم نے یہ وظیفہ قریب ساری رات صرف کرکے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اسکے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنوئیں میں ان دانوں کو

پھینکدیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے بھی منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔"

(سیرۃ المہدی صفحہ ۱۷۸ جلد اول طبع دوم)

مگر دشمن ایسا سخت جان نکلا کہ بجائے پانچ کے چھ ستمبر کا سورج بھی غروب ہو گیا مگر وہ نہ مرا اور یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی۔

تم ہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دشنام طرازی کبھی نہیں کرتے اُنہوں نے کبھی گالیوں کے جواب میں بھی گالیاں نہیں دیں۔ اس معیار کے مطابق مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کو گالیاں

۱۔ اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ دو گے، اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

(انجام آتھم صفحہ ۲۱) ﴿رخ، ج ۱۱ص ۲۱﴾

۲۔ بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ۔

(انجام آتھم صفحہ ۱۸) ﴿رخ، ج۱۱ص ۳۰۲﴾

۳۔ مگر کیا یہ لوگ قسمیں کھالیں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کُتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم ۲۵) ﴿رخ، ج۱۱ص ۳۰۹﴾

۴۔ ہمارے دعویٰ پر آسمان نے گواہی دی۔ مگر اس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے منکر ہیں، خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ، علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ (یعنی ہزار ہزار باران پر لعنت کے جوتے پڑیں) (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۰) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۳۳۰﴾

۵۔ اے بدذات، خبیث، نابکار۔

(ضمیمہ انجام آتھم ۳۳۰) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۳۳۴﴾

۶۔ اِس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بطالوی اور ہامان سے مراد نو مسلم سعداللہ ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ۵۶) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۳۴۰﴾

۷۔ نمعلوم کہ یہ جاہل اور وحشی فرقہ ابتک کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتا۔ مخالف مولویوں کا منہ کالا کیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ۵۸) ﴿رخ، ج ۱۱ ص ۳۴۲﴾

مسلمانوں کو گالیاں

۸۔ تِلْکَ کُتُبٌ یَنْظُرُ اِلَیھا کلُّ مسلمٍ بعینِ المحبۃِ والمودَۃِ وَ یَنْتَفِعُ منْ معارِفِھا ویَقْبَلُنِی ویُصدِقُ دعوتِي اِلَّا ذُرِّیَۃُ الْبَغَایَا الّذین خَتَمَ اللہُ عَلیٰ قُلُوبِھِم فَھُم لاَ یقْبَلُون.

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸) ﴿رخ، ج ۵ ص ۵۴۷، ۵۴۸﴾

ترجمہ: ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (زنا کاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

۹۔ اِنَّ العِدا صارُوا خنازِیر الفلا
وَنِسائُهُم مِن دونِهِن الاکلُبُ

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰ مصنفہ مرزا غلام احمد) ﴿رخ، ج ۱۴ ص ۵۳﴾

ترجمہ: میرے دشمن جنگلوں کے سوؤر ہوگئے۔ اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

۱۰۔ جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی) اور کچھ شرم وحیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اِس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰، مصنفہ مرزا غلام احمد) ﴿رخ، ج ۹ ص ۳۱﴾

یہ شیریں زبانی ملاحظہ فرمایئے اور مرزائیوں سے پوچھیئے!

محمدؐ بھی تیرا، جبریلؑ بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلاَلَةِ

میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی

حدیث نبویؐ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹۲ ابواب الفتن)

عالم اسلام کا فیصلہ

گذشتہ صفحات میں جو نا قابل انکار دلائل پیش کیے گئے ہیں، ان کی وجہ سے اس بات پر پوری اُمت اسلامیہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ مرزائی مذہب کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ہم اپنی اِس یادداشت کے ساتھ علماء کرام کے ان فتاویٰ اور عدالتی مقدمات کے فیصلوں کی مطبوعہ نقول بطور ضمیمہ منسلک کر رہے ہیں جو عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر، مختلف حلقوں اور اداروں نے شائع کیے ہیں۔لیکن ان کا خلاصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

فتاویٰ

مرزائیوں کے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے پر عالم اسلام میں جو فتوے دیئے گئے ان کا شمار بھی مشکل ہے۔تاہم چند اہم مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ درج ذیل ہے۔

﴿۱﴾ رجب ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں ایک استفتاء برصغیر کے تمام مکاتب فکر سے کیا گیا تھا جو "فتاویٰ تکفیر قادیان" کے نام سے شائع ہوا تھا۔اُس میں دیو بند، سہارنپور، تھانہ بھون، رائے پور، دہلی کلکتہ، بنارس، لکھنؤ، آگرہ، مراد آباد، لاہور، امرتسر، لدھیانہ، پشاور، راولپنڈی، ملتان، ہوشیار پور، گورداسپور، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، حیدرآباد دکن، بھوپال، اور رام پور کے تمام مکاتب فکر اور دینی مراکز کے علماء نے باتفاق مرزائیوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ تکفیر قادیان شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ دیو بند۔ضلع سہارنپور)

﴿۲﴾ اسی قسم کا ایک فتویٰ ۱۹۲۵ء میں دفتر اہل حدیث امرتسر کی طرف سے "فسخ نکاح مرزائیاں" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اور اس میں برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کے دستخط موجود ہیں۔

﴿۳﴾ مقدمہ بھاولپور میں جو فتاویٰ پیش ہوئے ہیں اُن میں برصغیر کے علاوہ بلاد عربیہ کے فتاویٰ بھی شامل تھے۔

(دیکھیے فتاویٰ مندرجہ حجت شرعیہ)

﴿۴﴾ ایک فتویٰ ''موسسة مكة للطباعة والاعلام'' کی طرف سے سعودی عرب میں شائع ہوا ہے جس میں حرمین شریفین، بلاد حجاز وشام کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا فیصلہ درج ہے اسکے چند جملے یہ ہیں:

''لا شک ان اذنابه من القادیانیة واللاهوریة کلها کافرون''

(القادیانیة فی نظر علماء الامة الاسلامیة صفحه ۱۱ طبع مکة مکرمة)

ترجمہ: ''اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد کے تمام متبعین خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری سب کافر ہیں۔''

پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبۂ ترمیم

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے دستور پر غور کرنے کیلئے تمام کاتب فکر کے مسلمہ نمائندہ علماء کا جو مشہور اجتماع ہوا اس میں ایک ترمیم یہ بھی تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب اسمبلی میں ان کے لئے ایک نشست مخصوص کردی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لئے کھڑے ہونے اور ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے:

ترمیم

''یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ

اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔ اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس کر کے ہی نہ دیا جبتک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہو گیا۔ جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں، ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک اُنہیں اِس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ اُن کے خلاف صف آراء بھی ہیں۔ اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں اِس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔''

رابطۂ عالم اسلامی کی قرارداد

مکّہ مکرمہ کے مقدس شہر میں جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتا ہے، ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس

میں اسلامی ممالک بلکہ مسلم آبادیوں کی ۱۴۴ تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے لیکر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا۔ اس میں مرزائیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ مرزائیت کے کفر ہونے پر تازہ ترین اجماع اُمّت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے۔

القادیانیة نحلة هدامة تتخذ من اسم الاسلام شعاراً لتسویة أغراضها الخبیثة وأبرز مخالفتها للاسلام ادعاء زعیمها النبوّة وتحریف النصوص القرآنیة وابطالهم للجهاد ، القادیانیة ربیبة الاستعمار البریطانی ولا تظهر الا فی ظل حمایته تخون القادیانیة قضایا الامة الاسلامیة وتقف موالیة للاستعمار والصیهونیة تتعاون مع القوی الناهضة للاسلام وتتخذ هذه القوی وجهة لتحطیم العقیدة الاسلامیة وتحریفها وذلک بما یأتی .

أ:— انشاء معابد تمولها القوی المعادیة ویتم فیها التضلیل بالکفر القادیانی المنحرف .

ب:— فتح مدارس ومعاهد وملاجئ للایتام وفیها جمیعاً تمارس القادیانیة نشاطها التخریبی لحساب القوی المعاویة للاسلام وتقوم القادیانیة بنشر ترجمات محرفة لمعانی القرآن الکریم بمختلف اللغات العامیة ولمقاومة خطرها قرر المؤتمر:

۱. تقوم کل هیئة اسلامیة بحصر النشاط القادیانی فی معابدهم ومدارسهم وملاجئهم وکل الامکنة التی یمارسون فیها نشاطهم الهدام. فی منطقها وکشف القادیانیین والتعریف بهم للعالم الاسلامی تفادیاً للوقوع فی حبائلهم

۲. اعلان کفر هذه الطائفة وخروجها علی الاسلام .

۳. عدم التعامل مع القادیانیین او الاحمدیین ومقاطعتهم اقتصادیاً واجتماعیاً وثقافیاً وعدم التزوج منهم وعدم دفنهم فی مقابر المسلمین ومعاملتهم باعتبارهم کفاراً .

۴. مطالبة الحکومات الاسلامیة بمنع کل نشاط لاتباع مرزاغلام احمد مدّعی النبوة واعتبارهم اقلیة غیر مسلمة ویمنعون من تولی الوظائف الحساسة للدولة

۵. نشر مصورات لکل التحریفات القادیانیة فی القرآن الکریم مع حصر الترجمات القادیانیة لمعانی القرآن والتنبیه علیها ومنع تداول هذه الترجمات .

ترجمہ قرارداد

قادیانیت ایک باطل فرقہ ہے۔ جو اپنی اغراض خبیثہ کی تکمیل کیلئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادوں کو ڈھانا چاہتا ہے۔ اسلام کے قطعی اصولوں سے اسکی مخالفت ان باتوں سے واضح ہے۔

الف: اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا۔

ب: قرآنی آیات میں تحریف۔

ج: جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت کی داغ بیل برطانوی سامراج نے رکھی اور اسی نے اسے پروان چڑھایا۔ وہ سامراج کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔ قادیانی اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے مفادات سے غداری کرتے ہیں اور ان طاقتوں کی مدد سے اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریف وتبدیل اور بیخ کنی کے لئے کئی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً۔

الف: دُنیا میں مساجد کے نام پر اسلام دشمن طاقتوں کی کفالت سے ارتداد کے اڈے قائم کرنا۔

ب: مدارس، سکولوں، یتیم خانوں اور امدادی کیمپوں کے نام پر غیر مسلم قوتوں کی مدد سے ان ہی کے مقاصد کی تکمیل۔

ج: دنیا کے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ نسخوں کی اشاعت وغیرہ۔

ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس میں طے کیا گیا کہ:

دنیا بھر کی ہر اسلامی تنظیم اور جماعتوں کا فریضہ ہے کہ وہ قادیانیت اور اسکی ہر قسم کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی ان کے معابد، مراکز، یتیم خانوں وغیرہ میں کڑی نگرانی کریں اور اس کے بعد ان کے پھیلائے ہوئے جال، منصوبوں، سازشوں سے بچنے کیلئے عالم اسلام کے سامنے اُنہیں پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔ نیز:

الف: اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے اور یہ کہ اس وجہ سے انہیں مقامات مقدسہ حرمین وغیرہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جاسکے گی۔ مسلمان قادیانیوں سے کسی قسم کا معاملہ نہیں کریں گے۔ اور اقتصادی، معاشرتی، اجتماعی، عائلی وغیرہ ہر میدان میں ان کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔

د: کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں۔ ان تمام وسائل اور ذرائع کو ضبط کیا جائے اور کسی قادیانی کو کسی اسلامی ملک میں کسی قسم کا بھی حصہ دارانہ عہدہ نہ دیا جائے۔

ہ: قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات سے لوگوں کو خبردار کیا جائے اور ان کے تمام تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو اُن سے متنبہ کیا جائے۔ اور اُن تمام تراجم کی ترویج کا انسداد کیا جائے۔

عدالتوں کے فیصلے

اب ان عدالتی فیصلوں کا خلاصہ پیش خدمت ہے جن میں مرزائیوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

فیصلہ مقدمۂ بھاولپور

باجلاس جناب منشی محمد اکبر خان صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی، ڈسٹرکٹ جج ضلع بھاولپور بمقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش، سکنہ احمد پور شرقیہ۔ ریاست بھاولپور۔ بنام عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد، سکنہ موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ۔ ریاست بھاولپور۔ دعویٰ دلاپانے ڈگری استقراریہ مشعر تنسیخ نکاح فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ۔ (تاریخ فیصلہ ۷ر فروری ۱۹۳۵ء)

عدالت مذکور نے مقدمہ کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا اور سنایا۔

''اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بایں معنیٰ نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمۂ کفر کہہ کر بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ، مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رُو سے نبی مانتا ہے اور اُن کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلۂ نبوت جاری ہے یعنی کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نیا نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل اوپر بیان کی

جا چکی ہے۔ اسلئے مدعا علیہ اِس اجماعی عقیدۂ اُمّت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا اور اگر ارتداد کے معنیٰ کسی مذہب کے اصولوں سے بکلی انحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث واقوال فقہا جن پر کہ اس وقت تک مذہب اِسلام قائم چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ شرع محمدی پر مستزاد ہیں اور بعض اسکے خلاف ہیں مثلاً چندہ ماہواری کا دینا جیسا کہ اوپر دکھایا گیا ہے، زکواۃ پر ایک زاید حکم ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا۔ کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے، کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے، لیکن یہ توجیہیں اسلئے کارآمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لئے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہوسکتے۔ اِس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلمہ وغیرہ کاذب مدعیان نبوت کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے

کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعوی نبوت کاذبہ ارتداد ہے اور کاذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعی نبوت ہیں اسلئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔لہٰذا ابتدائی تنقیحات جو ۴ر نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں بحق مدعی ثابت قرار دی جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہوسکتا۔اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں وہ گو عام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں پر عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔جو معنیٰ کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اور یہ معنیٰ چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور اُمت آج تک لیتی آئی ، اس لئے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔لہٰذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہیں۔مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حق دار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے اس لئے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہیئے۔اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد کہتے ہیں تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی ان کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔علاوہ ازیں اہل کتاب

عورتوں سے نکاح جائز ہے نہ کہ مردوں سے بھی ۔ مدعیہ کے دعویٰ کی رو سے چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے اسلئے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے لھذا اس بنا پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہیں۔

مدراس ہائی کورٹ وغیرہ کے فیصلے کا جواب

مرزائیوں کی طرف سے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کا حوالہ بڑے زور وشور سے دیا جاتا ہے۔ فاضل جج نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

''مدعا علیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ھذا پر حاوی نہیں سمجھا اور مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کو عدالت معلیٰ اجلاس خاص نے قابل پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بھاولپور کا فیصلہ بمقدمہ مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اودھوداس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا اور خود ان اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا اس لئے صاحب موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرض تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باتباع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار معلیٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا جس فیصلہ کی بنا پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا اس لئے فیصلہ زیر بحث بھی قابل پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہیں اسے حکم سنایا گیا۔ مدعاعلیہ کا کاروائی مقدمہ ھذا ختم ہونے کے بعد جبکہ مقدمہ زیر غور تھا فوت ہوگیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مثل داخلدفتر ہو۔

۷رفروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳رذیقعدہ ۱۳۵۳ھ
بمقام بھاولپور

دستخط

محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بھاول نگر
ریاست بھاولپور (بحروف انگیزی)

فیصلہ مقدمہ راولپنڈی

باجلاس جناب شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی سول اپیل ۱۹۵۵ء امۃ الکریم بنت کرم الٰہی راجپوت جنجوعہ مکان نمبر ۵۰۰/B محلہ ٹرنک بازار راولپنڈی

(مرزائی)

بنام لیفٹیننٹ نذیرالدین ملک خلف ماسٹر محمد دین اعوان محلہ کرشن پورہ راولپنڈی

(مسلمان)

تاریخ فیصلہ ۳رجون ۱۹۵۵ء

عدالت مذکورہ نے مقدمہ کی تفصیلات پر بحث کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا۔ اور فیصلہ سنایا۔

مندرجہ بالا صورت میں میں حسب ذیل نتائج پر پہنچا ہوں۔

۱۔ مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ پیغمبر اسلام خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کسی اور نبی کو نہیں آنا ہے۔

۲۔ مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ جسے ہمارے نبیؐ کے آخری ہونے پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔

۳۔ مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

۴۔ مرزا غلام احمد نے خود اپنے اعلانات کے مطابق یہ دعویٰ کیا کہ ان پر ایسی وحی آتی ہے جو وحی نبوت کے برابر ہے۔

۵۔ خود مرزا غلام احمد نے اپنی پہلی کتابوں میں معیار رکھے ہیں وہ خود ان کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کرتے ہیں۔

۶۔ انہوں نے اپنے مکمل پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ ظل اور بروز کا سارا قصہ محض ڈھونگ ہے۔

۷۔ نبی کریمؐ کے بعد کسی پر وحی نبوت نہیں آسکتی۔ اور جو ایسا دعویٰ کرتا ہے، اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا استدلال اور نتائج کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ ابتدائی سماعت کرنے والی عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلے کی توثیق کرتا ہوں۔ مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں اور میں اپیل خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹیننٹ نذیرالدین کی اپیل کا تعلق ہے اسکے متعلق مسٹر ظفر محمود ایڈووکیٹ نے مجھے بہت کم باتیں بتائیں۔ امۃ الکریم کے جہیز کا سامان انکے قبضہ میں پایا گیا، اسکی قیمت لگائی جا چکی ہے۔ انکی اپیل میں بھی کوئی وزن نہیں ہے اسلئے اسے بھی خارج کرتا ہوں۔ چونکہ دونوں فریقوں کی اپیل خارج ہوگئی ہے۔ اسلئے میں خرچہ کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتا۔

دستخط

شیخ محمد اکبر شیشن جج بمقام راولپنڈی، ۳؍جون ۱۹۵۵ء

مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

فیملی سوٹ نمبر ۹/۱۹۶۹ء

مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان مدعیہ بنام حکیم نذیر احمد برق مدعاعلیہ

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعاعلیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح خود غیر مسلم قرار پایا ہے، غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعاعلیہ کی بیوی نہیں۔

تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعاعلیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار دے۔ مدعیہ اس مقدمے کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حقدار ہے۔

یہ فیصلہ ۱۳ر جولائی ۱۹۷۰ء کو شیخ محمد رفیق گریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی نے جو ان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

ماریشس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ

مسجد روز ہل کے مقدمہ کو سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور پہلی مرتبہ یہ فیصلہ دیا کہ:

''مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ''

یہ مقدمہ لڑنے کے لئے مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں نے دوسرے ممالک سے مشہور وکلاء منگوائے۔ قادیانیوں سے مسجد واپس لینے کے سلسلے میں روز ہل کے جن مسلمانوں نے کام کیا اُن میں محمود اسحٰق جی، اسمٰعیل حسن جی، ابراہیم حسن جی، قابل ذکر ہیں یہ لوگ وہاں کے تجارتی حلقوں میں بڑا

مقام رکھتے تھے انہوں نے جو مقدمہ دائر کیا اسکی بنیاد یہ تھی:

روز ہل کی مسجد جہاں حنفی (سنّی) فرقہ کے لوگ نماز پڑھتے تھے یہ مسجد اُنہوں نے تعمیر کروائی تھی اور مسلسل قابض چلے آرہے تھے، اُس پر قادیانیوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے۔ قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اُن کو باہر نکالا جائے۔

چنانچہ ۲۶ رفروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا، قادیانیوں کے خلاف ۲۱ شہادتیں پیش کی گئیں ان شہادتوں میں مولانا عبداللہ رشید نواب کی شہادت خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ آپ نے عدالت عالیہ میں نہایت جرأت و بے باکی سے قادیانیوں کو بے نقاب کیا اور سیکڑوں کتب، اخبارات، اور رسائل وجرائد پیش کرکے عدالت کو یہ باور کرانے کی کامیاب کوشش کی کہ قادیانی اور مسلمان الگ الگ اُمتیں ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب اور حوالے مولانا رشید احمد نے پیش کئے۔

قادیانیوں کی طرف سے مولوی غلام محمد، بی۔ اے نے وکلاء کی مدد کی اور جواب دعویٰ تیار کیا۔ مولوی غلام محمد اس مقصد کیلئے خاص طور سے قادیان گیا تھا۔ مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولرڈ کے سی، ای، سویز، کے سی، ای اسنوف اور آئی تیاریک تھے۔ جبکہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر آر پڑانی تھا۔

عدالت عالیہ کی کاروائی کے دوران ہزاروں مسلمان موجود ہوتے اور ملک میں پہلی مرتبہ یہ علم ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے بھیس میں اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹ رنومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز ورڈ نے یوں فیصلہ پڑھ کر سنایا۔

فیصلہ

”عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ روز ہل مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، اس مسجد میں صرف مدعی (مسلمان) ہی نماز ادا کرسکیں گے، اپنے اعتقادات کی روشنی میں۔“

اسی عدالت کے ایک دوسرے جج جناب ٹی، ای، روزلی نے بھی اس فیصلہ سے اتفاق کیا۔

مصور پاکستان علامہ اقبال کی رائے

آخر میں شاعر مشرق، مصور پاکستان علامہ اقبال صاحب کے کچھ ارشادات پیش کیئے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے مرزائیت کی اسلام دشمنی محسوس کر کے ساری اُمت کو اس خطرے سے خبردار کرنے کیلئے بیشمار مضامین لکھے ہیں اُن تمام مضامین کو یہاں پیش کرنا مشکل ہے۔ البتہ چند ضروری اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ وہ اسٹیٹسمین کی ۱۰ر جون کی اشاعت میں فرماتے ہیں ''اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کی حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسُول کریمؐ کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ ایک حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اِس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمو خُدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن اُنہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریمؐ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کرسکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا، لیکن ساتھ ہی اُنھوں نے کہا کہ وہ ایک الگ جماعت ہیں۔ اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔...... میری رائے میں تو قادیانیوں کے سامنے صرف دوراہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اسکے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کریں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ اُن کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو، تاکہ اُنہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔''

(حرف اقبال صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں

''نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبے سے بھی عاری کر دیا، بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔'' (حرف اقبال صفحہ ۱۱۶)

آگے ہندوستان کی غیر مسلم حکومت سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حکومت کو موجودہ صورت حال پر غور کرنا چاہیئے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہیئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے... سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے......؟ وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدّین (دین کے ساتھ کھیل) کرتے پائے، اسکے دعاوی کو تقریر و تحریر کے ذریعہ جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے، حالانکہ اُس کی وحدت خطرے میں ہو۔ اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو اگر چہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کے خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی، لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔''

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بعض لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں لہٰذا انکے فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں رہا، اس کا جواب دیتے ہوئے شاعر مشرق تحریر فرماتے ہیں:

''اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بیشمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں اگر چہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں۔''

(حرف اقبال صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

پھر شاعر مشرق قادیانی مسئلہ کا حل تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے، یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے''۔

(حرف اقبال)

یہ وہ مطالبہ ہے کہ جو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے انگریز کی حکومت سے کیا تھا اب جو مملکت شاعر مشرق کے خوابوں کی تعبیر کی حیثیت سے اُنہیں کا نام لیکر وجود میں آئی ہے۔ یہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ شاعر مشرق کی اس آرزو کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

ضمیمہ

بعض مرزائی مغالطے، چند شبہات کا ازالہ

جب مسلمانوں کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو مرزائی صاحبان طرح طرح سے مغالطے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں مختصراً ان مغالطوں کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ

مرزائیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کلمہ گو ہو اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہو ،کسی بھی شخص کو اُسے کافر قرار دینے کا حق نہیں پہنچتا۔ یہاں سب سے پہلے تو بوالعجبی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بات اُن لوگوں کی طرف سے کہی جارہی ہے جو دنیا کے ستر کروڑ (۱) مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہتے ہیں اور جو کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پر اور اس کے تمام ضروری تقاضوں پر صحیح معنیٰ میں ایمان رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج، شقی، بدطینت، یہاں تک کہ ''کنجریوں کی اولاد (۲) قرار دینے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ گویا ہر ''کلمہ گو'' کو مسلمان کہنا صرف یک طرفہ حکم ہے جو صرف غیر احمدیوں پر عائد ہوتا ہے اور خود مرزائی صاحبان کو کھلی چھٹی ہے کہ خواہ مسلمانوں کو کتنی شدومد سے کافر کہیں، خواہ انہیں بازاری گالیاں دیں، خواہ ان کے اکابر اور مقدس ترین شخصیات کی ناموس پر حملہ آور ہوں۔ اُن کے ''اسلام'' میں کبھی کوئی فرق نہیں آسکتا اور نہ اُن پر کلمہ گو کو کافر کہنے کا الزام لگ سکتا ہے۔ یہ ہے اس مرزائی مذہب کا انصاف جو شرم وحیا اور دیانت واخلاق کا منہ نوچ کر اپنے آپ کو روحانیتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ثانی قرار دیتا ہے۔

پھر خدا جانے کہاں سے یہ اصول گھڑا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو وہ مسلمان ہے اور اُسے کوئی شخص کافر قرار نہیں دے سکتا؟ سوال یہ ہے کہ کیا مسیلمہ کذّاب کلمہ شہادت نہیں پڑھتا تھا؟ پھر خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسے کافر قرار دے کر اس کے خلاف جہاد کیوں کیا؟ اور پھر مرزا غلام احمد نے جا بجا نہ صرف مسیلمہ کذاب بلکہ آپؐ کے بعد اپنے سوا مدّعی نبوّت کو کافر اور کذاب کیوں کہا؟ اگر آج کوئی نیا مدعی نبوت کلمہ پڑھتا ہوا اٹھے اور آنحضرت ﷺ کے سوا تمام انبیاء کو جھٹلائے۔ آخرت کے عقیدے کا مذاق اڑائے، قرآن کریم کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کرے، اپنے آپ کو افضل الانبیاء قرار دے، نماز روزے کو منسوخ کردے، جھوٹ، شراب، زنا، سود اور قمار کو جائز کہے اور کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوا اسلام کے ہر حکم کی تکذیب کردے تو کیا اُسے پھر بھی ''کلمہ گو'' ہونے کی بنا پر مسلمان ہی سمجھا جائے گا؟ اگر اسلام ایسا ہی ڈھیلا ڈھالا جامہ ہے جس میں کلمہ پڑھنے کے بعد دنیا کا ہر برے سے برا عقیدہ اور برے سے برا عمل سما سکتا ہے تو پھر فضول ہی اسلام کے بارے میں یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ بہتر، مستحکم، منظم اور باقاعدہ مذہب ہے۔

جو لوگ ''ہر کلمہ گو'' کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلمہ (معاذ اللہ) کوئی منتر یا ٹونا ٹوٹکا ہے جسے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے ''کفر پروف'' ہو جاتا ہے اور اس کے بعد برے سے برا عقیدہ بھی اُسے اسلام سے خارج نہیں کرسکتا؟ اگر عقل وخرد اور انصاف و دیانت دنیا سے بالکل اٹھ ہی نہیں گئی تو اسلام جیسے عملی اور عقلی دین کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جاسکتا ہے کہ محض چند الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کے بعد انسان جہنمی سے جنتی اور کافر سے مسلمان بن جاتا ہے؟ خواہ اس کے عقائد اللہ اور رسول کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں؟

واقعہ یہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (معاذ اللہ) کوئی جادو یا طلسم نہیں ہے، یہ ایک معاہدہ اور اقرار نامہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو معبود واحد قرار دینے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کا مطلب یہ معاہدہ کرنا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر بات کی تصدیق کروں گا۔ لہٰذا اللہ یا

اسکے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہم تک تواتر اور قطعیت کے ساتھ پہنچی ہیں اُن سب کو درست تسلیم کرنا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کا لازمی جزو اور اس کا ناگزیر تقاضا ہے اگر کوئی شخص ان متواتر قطعیات میں سے کسی ایک چیز کو بھی درست ماننے سے انکار کردے تو درحقیقت وہ کلمہ توحید پر ایمان نہیں رکھتا، خواہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو اس لئے اس کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ عقیدہ ختم نبوت چونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور سرکار دوعالم ﷺ کے سیکڑوں ارشادات سے بطریق تواتر ثابت ہے، اس لئے باجماع امت وہ انہیں قطعیات میں سے ہے جن پر ایمان لانا کلمہ طیبہ کا لازمی جزو ہے اور جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اس سلسلہ میں بعض ان احادیث سے استدلال کی کوشش کی جاتی ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی علامتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھائے وہ مسلمان ہے'' لیکن جس شخص کو بھی بات سمجھنے کا سلیقہ ہو وہ حدیث کے اسلوب وانداز سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان کی کوئی قانونی جامع ومانع تعریف نہیں کی جارہی بلکہ مسلمانوں کی وہ معاشرتی علامتیں بیان کیجارہی ہیں جن کے ذریعہ مسلم معاشرہ دوسرے مذاہب اور معاشروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس شخص کی ظاہری علامتیں اسکے مسلمان ہونے کی گواہی دیتی ہوں اس پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا یا بلاوجہ اس کی عیب جوئی کرنا درست نہیں، لیکن اسکا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اگر وہ خود مسلمانوں کے سامنے اعلانیہ کفریات کا اقرار کرتا پھرے، بلکہ ساری دنیا کو ان کفریات کی دعوت دے کر اپنے متبعین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے تب بھی وہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ خواہ لا اِلٰہ الا اللہ اور اسکے تقاضوں کا بھی قائل نہ ہو۔

درحقیقت اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ اسکی ظاہری علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمان کی پوری تعریف درحقیقت آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں بیان کی گئی ہے:

اُمِرت اَن اُقاتِلَ النَّاسَ حتیٰ یَشْهَدُو اَنْ لااِلٰهَ اِلا الله و یُؤ مِنُ بِیْ وبِما جِئتُ بِهٖ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ صفحہ ۳۷ ج ۱)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور ہر اُس بات پر جو میں لے کر آیا ہوں۔''

اِس میں مسلمان کی پوری حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہر تعلیم کو ماننا اشھد ان محمداً رسول الله کا لازمی جزو ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد قرآن کریم کی اُس آیت سے ماخوذ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

فَلاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

''پس نہیں، تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہونگے جب تک یہ تمھیں اپنے ہر متنازعہ معاملے میں حکم نہ مان لیں، پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اُسے خوشی سے تسلیم نہ کریں۔'' (النساء ۴:۶۵)

یہ ہے کلمہ گو کی حقیقت اور اس کے برخلاف محض کلمہ پڑھ لینے کے بعد ہمیشہ کے لئے کفر سے محفوظ ہو جانے کا تصور اُن دشمنانِ اسلام کا پیدا کردہ ہے جو یہ چاہتے تھے کہ اسلام اور کفر کی درمیانی حدِ فاصل کو مٹا کر اسے ایک ایسا معجون مرکب بنا دیا جائے کہ جس میں اپنے سیاسی اور مذہبی مفادات کے مطابق ہر برے سے بُرے عقیدے کی ملاوٹ کی جا سکے۔

انتہا یہ ہے کہ بعض لوگ مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں اس آیت قرآنی کو بھی پیش کرنے سے نہیں چوکتے جس میں ارشاد ہے۔

لاتَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقیٰ اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً

''یعنی جو شخص تمھیں سلام کرے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔'' (النساء۴:۹۵)

ہے کہ جن مکاتب فکر سے وہ تعلق رکھتے ہیں وہ پورا مکتب فکر ان فتوؤں سے متفق ہو۔ اسکے بجائے ہر مسلمان مکتب فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے۔ جو اس قسم کے فتوؤں میں روا رکھی گئی ہے۔ لھذا ان چند فتاویٰ کو پیش کر کے یہ تأثر دینا بالکل غلط، بے بنیاد اور گمراہ کن ہے کہ یہ سارے مکاتب فکر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ ہر مکتب فکر میں ایک عنصر ایسا رہا ہے جس نے دوسرے کی مخالفت میں اتنا تشدد کیا کہ وہ تکفیر کی حد تک پہنچ جائے لیکن اسی مکتب فکر میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جنہوں نے فروعی اختلافات کو ہمیشہ اپنی حدود میں رکھا اور ان حدود سے نہ صرف یہ کہ تجاوز نہیں کیا بلکہ اس کی مذمت کی ہے اور عملاً یہی محتاط اور اعتدال پسند عنصر غالب رہا ہے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کوئی مشترک مسئلہ پیدا ہوتا ہے ان تمام مکاتب فکر کے مل بیٹھنے میں بعض حضرات کے فتوے کبھی روکاوٹ نہیں بنتے۔

یہ مسلمان فرقے جن کی فرقہ بندی کا پروپیگنڈہ دنیا بھر میں گلا پھاڑ پھاڑ کر کیا گیا ہے اور جن کے اختلافات کا شور مچا مچا کر لوگوں نے اپنے باطل نظریات کی دکانیں چمکائی ہیں۔ وہی تو ہیں جو ۱۹۵۱ء میں پاکستان کی دستوری بنیادیں طے کرنے کیلئے جمع ہوئے اور کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اسلامی دستور کے اساسی اصول طے کر کے اٹھے جب کہ پروپیگنڈہ یہ تھا کہ اس قسم کا اتفاق ایک امر محال ہے ۱۹۵۳ء کے موقع پر جب مجوزہ دستور میں متعین اسلامی ترمیمات طے کرنے کا مرحلہ آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر متفقہ سفارشات پیش کیں۔ جبکہ یہ کام پہلے کام سے زیادہ غیر متوقع سمجھا جاتا تھا ۱۹۵۳ء ہی میں انہوں نے قادیانیتکے مسئلہ پر اجتماعی طریقے سے ایک مشترکہ موقف اختیار کیا۔ ۱۹۷۲ء میں دستور سازی کے دوران شیر و شکر رہ کر اس بنیادی کام میں شریک رہے۔ دنیا بھر میں شور تھا کہ یہ لوگ مل کر مسلمان کی متفقہ تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں انہوں نے ہی کامل اتفاق و اتحاد سے اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولی۔ اور اب پھر یہ مرزائیت کے کھلے کفر کے مقابلہ میں شانہ بشانہ موجود ہیں۔ غرض کہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں کا کوئی مشترکہ مذہبی مسئلہ سامنے آیا تو ان کے باہمی مذہبی اختلافات اجتماعی

موقف اختیار کرنے میں کبھی سدِ راہ ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ اس قسم کے اجتماعات میں کسی مرزائی کو بھی دعوت دی گئی ہو؟ اس طرز عمل پر غور کرنے سے چند باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔

اوّل یہ کہ باہمی ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی مکتب فکر کی نمائندہ حیثیت نہیں، ورنہ یہ مکاتب فکر کبھی بہ حیثیت مسلمان جمع نہ ہوتے۔

دوسرے یہ کہ ہر مکتب فکر میں غالب عنصر وہی ہے جو فروعات کو فروعات ہی کے دائرہ میں رکھتا ہے اور آپس کے اختلافات کو تکفیر کا ذریعہ نہیں بناتا۔ ورنہ اس قسم کے اجتماعات کو قبول عام حاصل نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ اسلام کے بنیادی عقائد جو واقعتاً ایمان اور کفر میں حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔

لہٰذا

اگر کچھ حضرات نے تکفیر کے سلسلے میں غلو اور تشدد کی روش اختیار کی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ اب دنیا میں کوئی شخص کافر ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ سب لوگ مل کر بھی کسی کو کافر کہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

کیا دنیا میں عطائی قسم کے لوگ علاج کر کے انسانوں پر مشق ستم نہیں کرتے؟ بلکہ کیا ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے بھی غلطی نہیں ہوتی؟ لیکن کیا کوئی انسان جو عقل سے بالکل ہی معذور نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی سزا کے طور پر ڈاکٹروں کے طبقہ کی کوئی بات قابل تسلیم نہیں ہونی چاہیئے۔ کیا عدالتوں کے فیصلوں میں ججوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟ لیکن کیا کسی نے سوچا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی وجہ سے عدالتوں میں تالے ڈال دیے جائیں، یا ججوں کا کوئی فیصلہ مانا ہی نہ جائے؟ کیا مکانات سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر میں انجینیئر غلطی نہیں کرتے؟ لیکن کبھی کسی ذی ہوش نے یہ تجویز پیش کی کہ ان غلطیوں کی بنا پر تعمیر کا ٹھیکہ انجینیئروں کی بجائے گورکنوں کو دے دیا جائے؟ پھر یہ اگر چند

جزوی نوعیت کے فتووٰں میں بے احتیاطیاں یا غلطیاں ہوئی ہیں، تو اس کا مطلب یہ کیسے نکل آیا کہ اب اسلام اور کفر کے فیصلے قرآن وسنت کی بجائے مرزائی تحریفات کی بنیاد پر کرنے چاہئیں۔

شاعر مشرق مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے بالکل صحیح بات کہی تھی:

> ''مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگر چہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔''

(حرف اقبال صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ المنار اکادمی لاہور ۱۹۴۷ء)

دو روایتیں

مرزائی صاحبان نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے میں سے دو ضعیف وسقیم روایتیں نکال کر اورانہیں من مانا مفہوم پہنا کر ان سے اپنی خودساختہ نبوّت کے لئے سہارا لینے کی کوشش کی ہے اس لئے یہاں اُن پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

(۱) قُولُوا خاتِمَ النَّبِيِّينَ وَلاَ تَقُولُوا لا نبِيَّ بَعْدَه.

پہلی مجہول الاسناد روایت ''دُرّ منثور'' سے لی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا

(آنحضرت ﷺ کو) خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا)

پہلے تو اس بات پر غور فرمائیے کہ یہ روایت کہاں سے لائی گئی ہے۔ اگر حدیث کی کسی معروف کتاب میں اسے تلاش کرنا چاہیں گے تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ کیونکہ یہ روایت بخاری، مسلم تو کجا، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد، غرض حدیث کی کسی دستیاب کتاب میں موجود نہیں! اِسے لایا کہاں سے گیا ہے؟ علامہ سیوطیؒ کی ''درمنثور'' سے جس کے بارے میں ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اُس میں ہر قسم کی رطب ویابس ضعیف اور موضوع روایات بھی بغیر کسی چھان پھٹک کے

صرف جمع کر دی گئی ہیں۔ پھر حدیث میں سارا مدار اس کی سند پر ہوتا ہے اور اس روایت کی کوئی سند معلوم نہیں۔ اب یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں مدعیان نبوت کا ''دجل'' نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک طرف تو مرزائی صاحبان کی نگاہ میں قرآن کریم کی صاف اور صریح آیات اور آنحضرت ﷺ کی سینکڑوں متواتر اور صحیح احادیث نا قابل التفات ہیں۔ اور دوسری طرف یہ مجہول الاسناد روایت جس کا علم حدیث کی رو سے کچھ بھی اعتبار نہیں ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ اسے ختم نبوت جیسے متواتر قطعی اور اجماعی عقیدے کو توڑنے کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا کسی نبی کی نبوت ایسی ہی روایات سے ثابت ہوا کرتی ہے؟ لیکن یہ بات اس شخص سے کہی جائے جو کسی علمی یا عقلی قاعدے اور ضابطے کا پابند ہو اور جہاں عقل، علم اور اخلاق پر مبنی ہر بات کا جواب سوائے خود ساختہ الہام کے اور کچھ نہ ہو وہاں دلائل اور براہین کا کتنا انبار لگا دیجئے مرزا صاحب کے الفاظ میں اس کا جواب یہی ملے گا کہ:

> ''خدا نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔''
>
> (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۵ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۰ء) ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۴۰۱﴾

پھر اس روایت میں جو بات بیان کی گئی ہے اس کا مرزائی اعتقادات سے دُور دُور کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ روایت تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے میں مرزائی نظریہ کی صریح تردید کر رہی ہے۔ اس کا مقصد محض اتنا ہے کہ اگر صرف یہ جملہ بولا جائے کہ ''آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا'' تو ایک ناواقف آدمی اسے مسیح علیہ السلام کے نزول ثانی کے عقیدے کے خلاف سمجھ سکتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپؐ کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بھی تشریف نہیں لائیں گے۔ لہٰذا جو مقصد ''خاتم النبیین'' کہنے سے مکمل طور پر حاصل ہو سکتا ہے اسکے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ناواقفوں کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب بن سکتے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ''لا نبی

بعدی " فرمایا تو ساتھ ساتھ ایک دو مرتبہ نہیں سینکڑوں مرتبہ اسکی تشریح بھی فرما دی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں پہلے ہی سے نبوت حاصل ہے اور جو بہت پہلے پیدا ہو چکے ہیں، وہ دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ اسکے برخلاف اگر کوئی دوسرا شخص صرف اتنا جملہ کہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو صرف اتنی بات سننے والا کوئی ناواقف انسان کسی غلط فہمی کا شکار ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب اِس قول کی یہ تشریح خود دُرِ منثور میں ہی موجود ہے:

عن الشعبیؒ قَالَ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ الْمُغِیرَۃَ بْنِ شُعْبَۃؓ صلی اللّٰہُ عَلیٰ مُحمّدٍ خَاتَمِ الانْبِیاءِ لا نَبِیَّ بَعْدَہ فقالَ الْمُغِیرَۃُ بنُ شُعْبَۃَ حَسْبُکَ اِذَا قُلْتَ خَاتِمُ الانبیاءِ فِانّا کُنّا نُحَدَّثُ أَنَّ عِیسیٰ علیہ السلام خَارِجٌ فاِنْ ھُوَ خَرَجَ فَقَدْ کانَ قَبْلَہ وَبعْدَہ .

حضرت شعبیؒ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جناب محمدؐ پر رحمت نازل فرمائے، جو خاتم الانبیاء ہیں اور جنکے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ " خاتم الانبیاءٗ" کہہ دینا کافی تھا، کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں جب وہ نازل ہونگے تو آپؐ سے پہلے بھی آئے اور آپؐ کے بعد بھی آئیں گے۔"

(درمنثور ج۵ صفحہ۲۰۴)

لہٰذا حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ ھدایت، اگر بالفرض سنداً ثابت ہو حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ: حدثوا الناس بما یعرفون۔ لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جن کو وہ سمجھ سکیں۔"

(بخاری ج ا صفحہ۲۴)

اور اس روایت سے مرزائی اعتقادات کو نہ صرف یہ کہ کوئی سہارا نہیں ملتا ہے، بلکہ یہ صراحۃً ان کی تردید کرتی ہے، ورنہ جہاں تک حضرت عائشہؓ کا تعلق ہے امام احمد بن حنبلؒ کی مسند میں خود ان کی یہ روایت موجود ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لا یبقی بعدی من النبوة شیءٌ الا المبشرات قالوا یا رسول الله وما المبشرات قال الرویا الصالحة یراها المسلم او تریٰ له".

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے...... صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔"

(مسند امام احمد ج۶ صفحہ ۱۲۹، کنز العمال)

کیا اسکے بعد بھی اس بات میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک نبوت کی ہر قسم اور سوائے اچھے خوابوں کے اسکا ہر جزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا اور اب کسی بھی شخص کو کسی بھی صورت میں یہ منصب عطا نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) دوسری ضعیف روایت سنن ابن ماجہؒ سے نقل کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا، تو آپؐ نے فرمایا:

" لَو عَاشَ لَکانَ صِدّیقاً نَبیاً " (اگر یہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے)

اس حدیث کا حال بھی یہ ہے کہ حدیث کے ناقد ائمہ نے اسے ضعیف بلکہ باطل قرار دیا ہے۔ امام نوویؒ جیسے بلند پایہ محدث فرماتے ہیں:

"هذا الحدیثُ باطلٌ" یہ حدیث باطل ہے۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

اس حدیث کے ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ''منکر الحدیث'' ہے۔ امام نسائی لکھتے ہیں کہ ''متروک الحدیث'' ہے۔ امام جوز جانیؒ کہتے ہیں کہ ''اس کا اعتبار نہیں'' امام ابو حاتمؒ کا ارشاد ہے کہ یہ " ضعیف الحدیث " ہے۔

(ملاحظہ ہو، تہذیب التہذیب ج ا صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵)

البتہ اس روایت کے الفاظ صحیح بخاریؒ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کے اثر کے طور پر اس طرح مروی ہیں:

لَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ نَبِيٌّ لَعَاشَ اِبْنُه وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَه

''اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپؐ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

ان الفاظ نے ابن ماجہ کی ضعیف روایت کی حقیقت بھی واضح کر دی ہے کہ اسکا اصل مقصد کیا ہے؟ اور وہ ختم نبوت کے خلاف تو کیا ہوتی درحقیقت اس سے یہ عقیدہ اور زیادہ پختہ اور ناقابل تردید ہو جاتا ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صحیح بخاری قرآن کریم کے بعد تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ضعیف روایت کہیں اور آئی ہو یا اسکی تشریح صحیح بخاری کے الفاظ سے بھی مانی جائے اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ضعیف روایت کو چھوڑ کر صحیح بخاری کی روایت کو اختیار کیا جائے گا۔ مرزا صاحب کا حال تو یہ ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ایک حدیث کو محض اس بنا پر ترک کر دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اسے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ازالۂ اوہام میں لکھتے ہیں:

''یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاریؒ نے چھوڑ دیا ہے''

(ازالہ اوہام صفحہ ۹۳ ج اطبع پنجم) ﴿رخ، ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰﴾

حالانکہ صحیح مسلم خود نہایت معتبر ہے اور امام بخاریؒ کا محض کسی روایت کو چھوڑ دینا اسکے ضعف کی دلیل نہیں۔ اسکے برخلاف ابن ماجہ کی یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں اسکی واضح تشریح موجود ہے۔ مگر مرزائی صاحبان ہیں کہ اسے بار بار اپنی دلیل کے طور پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ کوئی صحیح دلیل ہو تو پیش کی جائے۔ اگر اسی روایت میں صراحۃً عقیدہ ختم نبوت کی تردید کی گئی ہوتی تب بھی وہ ایک متواتر عقیدے کے معاملے میں قطعاً قابل اعتبار نہ ہوتی اور یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ اگر اسے صحیح مان لیا جائے تب بھی اس میں محض ایک مفروضے کا بیان ہے جس کے وجود میں آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اگر حضرت ابراہیم کی زندگی میں یہ بات کہی جاتی تب تو اس سے کسی درجے میں یہ بات نکل سکتی تھی کہ آپؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کی زندگی ہی میں آپؐ نے اس جیسی بات ارشاد فرمائی تھی، وہاں چونکہ نبوت کے جاری رہنے کا شبہ ہو سکتا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بالکل دوسری تعبیر اختیار فرمائی اور اس شبہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

"لَو کَانَ بَعدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ"

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطابؓ ہوتے" (رواہ الترمزی)

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اسلئے حضرت عمرؓ نبی نہیں بن سکتے۔ اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینہ طیبہ میں حضرت علیؓ اپنا نائب مقرر فرمایا تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اما ترضیٰ أَنْ تَكُونَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسیٰ اِلَّا اَنّه لاَ نَبُوَّةَ بَعْدِی. (رواہ بخاری ومسلم واللفظ لمسلم)

"کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام (کہ کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ انہیں نائب بنا کر گئے تھے) لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔"

یہاں آپؐ نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ محض نائب بنا کر جانے میں دی تھی لیکن چونکہ اس سے ختم نبوت کے خلاف غلط فہمی کا اندیشہ تھا اسلیئے آپؐ نے فوراً **اِلَّا اَنَّه لاَ نَبُوَّةَ بَعْدِی** (مگر میرے بعد کوئی نبوت باقی نہیں) فرما کر اندیشے کا خاتمہ فرما دیا۔

البتہ حضرت ابراہیمؓ کے بارے میں یہ بات چونکہ ان کے وفات کے بعد کہی جا رہی تھی اور ان کے زندہ رہنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا تھا اس لئے الفاظ یہ استعمال کئے گئے کہ:

''اگر وہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے'' لیکن چونکہ وہ زندہ نہیں رہے اس لئے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے کہ:

لَو كَانَ فِيهِمَا الِهَةٌ اِلاَّ اللهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین و آسمان اللہ کے سوا کچھ معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد مچ جاتا) ظاہر ہے کہ یہ محض ایک مفروضہ ہے اور اگر کوئی شخص اس سے یہ استدلال کرنے بیٹھ جائے کہ معاذ اللہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا وجود ممکن ہے تو یہ زبردستی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ تھی لاکھوں احادیث کے ذخیرے میں سے ''مرزائی استدلال'' کی کل کائنات، جسکی بنیاد پر اصرار کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں صریح اور متواتر احادیث کو اور امت مسلمہ کے قطعی اجماع کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرو، ورنہ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت

مسلمانوں کو متأثر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھی کہ مرزا صاحب کی ''نبوت'' کیلئے قرآن کریم سے بھی کوئی تائید تلاش کی جاتی تا کہ کم از کم کہنے کو یہ کہا جاسکے کہ قرآن سے بھی ''استدلال'' کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن کریم جو آیت مرزائی صاحبان کی طرف سے تلاش کر کے لائی گئی ہے وہ یہ ہے:

وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقاً .

اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں کے ساتھ اور صدیقوں کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔''

اس آیت کو بار بار پڑھ کر دیکھئے، کیا اس میں خوردبین لگا کر بھی کہیں یہ بات نظر آتی ہے کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے؟ اور کوئی شخص اب بھی نبی بن سکتا ہے؟ لیکن جو مذہب ''دمشق'' سے ''قادیان'' مراد لے سکتا ہو جسے قرآن مجید میں ''قادیان'' کا ذکر دکھائی دیتا ہو اور جو ''خاتم النبیین'' کا ایسا مطلب نکال سکتا ہو جس سے تمام ''نبوتوں کا سرتاج'' نبوت کا دروازہ کھلا رہے۔ وہ اس آیت سے بھی نبوت کے جاری رہنے پر استدلال کرے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا۔ لیکن مرزائی صاحبان اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وُہ خود نبی بن جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں لفظ "مع" (ساتھ) استعمال ہوا ہے۔ جو اس معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے کہ انسان انبیاء وغیرہ کے گروہ کے محض ساتھ ہی نہیں ہوگا بلکہ ان میں شامل ہو جائے گا۔

لیکن جو شخص مذکورہ بالا آیت کے الفاظ سے بالکل ہی آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھ گیا وہ دیکھ سکتا ہے کہ اسی آیت کے اخیر میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقاً . اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آخری جملہ میں لفظ رفیق نے یہ بات واضح کر دی کہ اگر بالفرض کہیں ''مع'' کے معنی کچھ

اور بھی ہوسکتے ہیں تو یہاں سوائے ساتھی بننے کے کوئی اور مطلب نہیں۔ کیونکہ آگے اس کی تشریح کے لئے لفظ ''رفیق'' آرہا ہے۔

پھر اگر (معاذ اللہ) مطلب یہی تھا کہ ہر شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے نبی بن سکتا ہے تو کیا پوری امت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا ایک مرزا غلام احمد ہی پیدا ہوا ہے؟ اور کسی نے اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کی؟ حالانکہ قرآن (معاذ اللہ) کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ نبیوں کے زمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اگر اسی کا نام ''استدلال'' ہے تو نہ جانے تحریف معنوی کیا چیز ہوگی۔

بعض صوفیا کے غلط حوالے

مرزائی صاحبان بعض صوفیا کے ناتمام اور مبہم حوالے ڈھونڈ کر انہیں اپنی خود ساختہ نبوت کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے پیش کئے ہوئے ایسے غلط حوالوں کا مسلمانوں کی طرف سے انتہائی مدلل اور اطمینان بخش جواب دیا جاچکا ہے اور بار بار دیا جاچکا ہے۔ یہاں اس کو بالتفصیل دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ چند اصولی حقائق کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

دین میں اقوال سلف کی حقیقت

سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ دین کا اصل سرچشمہ قرآن کریم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اجماع امت ہے۔ اور اِکا دُکّا افراد کی ذاتی آراء اس مسئلہ پر کبھی اثر انداز نہیں ہوسکتیں جو دین کے ان بنیادی سرچشموں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہو۔ خاص طور سے نبوت و رسالت جیسا بنیادی عقیدہ تو خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ اسے کسی انفرادی تحریر سے ثابت کیا جائے۔ اسلئے اس مسئلے میں قرآن وحدیث کی متواتر تصریحات اور اجماع امت کے خلاف اگر کچھ انفرادی تحریر ثابت بھی ہو جائیں تو وہ قطعی طور پر خارج از بحث ہیں اور انہیں بطور

استدلال پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا جن صوفیا کے مبہم جملوں سے مرزائی صاحبان سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں انکی تشریح وتوضیح سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اگر بالفرض ان کی تحریروں کا مفہوم عقیدہ ختم نبوت سے متضاد ثابت ہو جائے تو اس مستحکم اور مسلمہ عقیدہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ بلکہ جس کسی نے انکے کلام کی صحیح تشریح پیش کی ہے اس کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ ان پر ایک غلط الزام لگایا گیا ہے جسے انصاف اور دیانت کی رو سے رفع کرنا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر ان حضرات کی تحریروں کو ختم نبوت سے متصادم بنا کر پیش کرنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ ان بزرگوں پر یہ الزام عائد ہوتا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے کلام کی تشریح میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع نہیں بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہیں۔

مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت

دوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحبان کو تو اپنے مذہب کے مطابق کسی بھی درجہ میں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان بزرگوں کے اقوال سے استدلال کریں۔ کیونکہ کتنے ہی معاملات ایسے ہیں جن میں انہوں نے اجماع امت کو بھی درست قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے حجت شرعیہ ماننے سے ہی انکار کیا ہے۔ چنانچہ عقیدہ نزول مسیحؑ کی تردید کرتے ہوئے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

"جب کہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟۔"

(ازالہ اوہام ج ۱ صفحہ طبع دوم ۱۹۰۲ء ۱۷۲) ﴿رخ، ج ۳ ص ۱۷۲﴾

اور آگے لکھتے ہیں:

"میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں عام خیال مسلمانوں کا، گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔"

(حوالہ بالا، ج ۱ صفحہ ۱۷۲) ﴿خ، ج ۳ ص ۱۷۲﴾

اور جب اجماع کا یہ حال ہے تو سلف کی انفرادی اقوال کی حیثیت تو خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اور اقوال سلف وخلف در حقیقت کوئی مستقل حجت نہیں، اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے۔''

(ازالہ اوہام طبع دوم ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۶۹ حصہ دوم) ﴿رخ، ج ۳ ص ۳۸۹﴾

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

" ومن تفوہ بکلمة لیس له اصل صحیح فی الشرع ملهماً کان او مجتهداً فبه الشیاطین متلاعبة "

یعنی ''اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات زبان سے نکال دے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو وہ صاحب الہام یا مجتہد ہو تو در حقیقت وہ شیاطین کا کھلونا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱، طبع ربوہ مصنفہ ۱۸۹۳ء) ﴿رخ، ج ۵ ص ۲۱﴾

لہٰذا مرزائی صاحبان کے لئے قرآن کریم کی صریح آیات اور متواتر احادیث کو چھوڑ کر چند صوفیا کے اقوال سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟

صوفیاء کرام کا اُسلوب

تیسری اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمہ اصول کے مطابق ہر علم وفن کا موضوع، اس کی غرض وغایت، اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہر علم وفن کا اُسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی علم وفن کا ماہر اور تجربہ کار نہ ہو، بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا وظیفہ، اس کی اصطلاحات اور اس کا اسلوب بالکل

الگ ہے اوران میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کے بجائے ان باطنی تجربات اوران واردات وکیفیات سے ہیں جو صوفیاء کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہے۔ اور معروف الفاظ وکلمات کے ذریعہ ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے بنیادی مسائل، عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے وہ نہ علم تصوف کا موضوع ہے اور نہ علماء امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی ماخذ یا حجت قرار دیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علم کلام میں اور عملی احکام وقوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہیں علم کی کتابیں اس معاملہ میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیاء کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو اس کیلئے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ اس قسم کی عبارتوں کو ''شطحیات'' کہا جاتا ہے۔ اسلئے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلہ میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اصول کو خود اکابر صوفیاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بھی امام ہیں لیکن وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکا شرعیہ کتاب وسنت است وقیاس مجتہدان واجماع امت نیز مثبت احکام است۔ بعد از یں چہار ادلہ شرعیہ، ہیچ دلیل مثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد۔ الہام مثبت حل وحرمت نہ بود وکشف از باطن اثبات فرض وسنت نہ نماید۔'' (مکتوب ۵۵، مکتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم صفحہ ۱۵)

ایک اور جگہ صوفیاء کی ''شطحیات'' سے کلامی مسائل مستنبط کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قائل آن سخنان شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار است، نہ کلام محی الدین ابن عربی وصدرالدین قونیوی وعبدالرزاق کاشی۔ مارا بہ نص کاراست نہ بفص، فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔''

''یہ باتیں خواہ شیخ کبیر یمنی نے کہی ہوں یا شیخ اکبر شامی نے، ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام چاہیئے نہ کہ محی الدین ابن عربی، صدرالدین قونیوی اور عبدالرزاق کاشی کا کلام، ہمیں نص (یعنی قرآن وحدیث) سے غرض ہے نہ کہ فص سے (یہ ابن عربی کی فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے) فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے مستغنی کر دیا ہے'' (مکتوبات حصہ اول دفتر اول مکتوب نمبر ۱۰۰)

ان تین بنیادی باتوں کے بعد عقائد کے اس بنیادی مسئلے میں جو قرآن وحدیث اور اجماع امت کی رو سے کفر واسلام کا مسئلہ ہے، صوفیاء کرام کی کتابوں سے استدلال قطعی طور پر خارج از بحث ہے۔ اور اگر بالفرض بعض صوفیاء سے اس قسم کی ''شطحیات'' ثابت بھی ہوں تو ان سے عقیدۂ ختم نبوت کی قطعیت اور استحکام میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔

البتہ یہ درست ہے کہ جن صوفیاء کرامؒ پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کے باقی رہنے کے قائل ہیں، اُن پر یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ جو محض ان کی اصطلاحات اور اسلوب بیان سے ناواقفیت کی بنا پر عائد کیا گیا ہے۔ یہاں ہم ان کے کلام کی صحیح صحیح تشریح کریں تو اس کیلئے طویل مضمون درکار ہوگا اور چونکہ ہماری مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں یہ عقیدہ ختم نبوت کا نہیں بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے، اسلئے ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے۔ لیکن یہاں ان حضرات کی بعض صریح عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ پوری اُمت کی طرح ختم نبوت کے عقیدہ پر مستحکم ایمان رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مجددالف ثانیؒ کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف

اس سلسلہ میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب کی یہ ڈھٹائی اور دیدہ دلیری ملاحظہ فرمایئے کہ اُنہوں نے اپنی نبوت ثابت کرنے کیلئے مجدد الف ثانیؒ کی ایک عبارت نقل کی ہے اور اس میں ایک لفظ خود اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، لکھتے ہیں:

''بات یہ ہے کہ جیسا مجدد صاحب سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگر چہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبۂ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبی اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ۱۹۰۷ء) ﴿رخ، ج ۲۲ ص ۴۰۶﴾

حالانکہ حضرت مجدد صاحب کی جس عبارت کا حوالہ مرزا صاحب نے دیا ہے وہ یہ ہے:

واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم یسمّیٰ محدثاً

''اور جب اللہ کی طرف سے اس قسم کا کلام کسی کے ساتھ بکثرت ہونے لگے تو اُسے محدث کہا جاتا ہے''۔ (مکتوبات جلد دوم صفحہ ۹۹)

ملاحظہ فرمایئے حضرت مجدد صاحب کی عبارت میں ''محدث'' کے لفظ کو مرزا صاحب نے کس طرح ''نبی'' کے لفظ سے بدل دیا۔ محمد علی لاہوری صاحب اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب ہم مجدد صاحب سرہندیؒ کے مکتوبات کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ نہیں پاتے کہ کثرت مکالمہ ومخاطبہ پانے والا نبی کہلاتا ہے۔ بلکہ وہاں لفظ محدّث ہے۔''

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۲۸ لاہور طبع دوم)

پھر آگے اس صریح خیانت کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درحقیقت مرزا صاحب نے یہاں لفظ ''نبی'' کو ''محدث'' ہی کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے اور

''اور اگر اس توجیہ کو قبول نہ کیا جائے تو حضرت مسیح موعود پر یہ الزام عائد ہوگا کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے مجدد صاحب کی عبارت میں تحریف کی ہے۔''

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صفحہ ۲۴۸)

حالانکہ مرزا صاحب خود لفظ نبی کو اپنے کلام میں محدث کے معنیٰ میں استعمال کرتے تو ایک بات بھی تھی، حضرت مجدد صاحب کی طرف زبردستی لفظ ''نبی'' منسوب کر کے اُسے ''محدَث'' کے معنیٰ میں قرار دینا کون سی شریعت، کون سے دین اور کون سے عقل کے رو سے جائز ہے؟ حیرت ہے ان لوگوں کی عقلوں پر جو مرزا صاحب کے کلام میں ایسی ایسی صریح خیانتیں دیکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں نبی، مسیح موعود اور مجدد قرار دینے پر مُصر ہیں۔

مُلا علی قاریؒ

دوسرے بزرگ جن کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ ختم نبوت کے خلاف نبوت کی کسی قسم کو جائز سمجھتے ہیں، مُلاّ علی قاریؒ ہیں۔ لیکن ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمایئے:

" التحدی فرع دعوی النبوة ودعوی النبوة بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع"

''اس قسم کا چیلنج دعویٰ نبوت کی ایک شاخ ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا باجماع کفر ہے۔''

(ملحقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۱)

یہ عبارت ملا علی قاریؒ نے اس شخص کے بارے میں لکھی ہے جو محض معجزے میں دوسرے کے مقابلہ پر غلبہ پانے کا دعویٰ کر رہا ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں گفتگو محض غیر تشریعی نبوت میں ہے اور اس کا دعویٰ بھی ملا علی قاری نے کفر قرار دیا ہے۔

شیخ ابن عربیؒ اور شیخ شعرانیؒ

شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف خاص طور پر یہ بات زور شور سے منسوب کی جاتی ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کے قائل ہیں۔مگر ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

" فَمَا بَقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰهية والنواهی فمن ادعاها بعد محمد صلی الله علیه وسلم فهو مدّع شریعة اوحی بها الیه سواء وافق بها شرعنا أو خالف."

''پس نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء اللہ کیلئے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی امر (کسی چیز کا حکم) یا نہی (کسی چیز سے منع کرنا) کے دروازے بند ہو چکے۔ اب ہر وہ شخص جو اس کا دعویٰ کرے وہ درحقیقت شریعت کا مدعی ہے خواہ اس کا الہام ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔'' (فتوحات مکیہ جلد۳ صفحہ۵۱)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ:

۱- شیخ اکبر کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہ نہیں ہے جو شریعت محمدیہ کے بعد نئے احکام لائے بلکہ وہ مدعی نبوت بھی انکے نزدیک مدعی شریعت ہے جسکی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہی ہو۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے، شریعت محمدیہؐ کے موافق وحی کا دعویٰ بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔

۳- شیخ اکبر کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے۔ خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے، پس غیر

تشریعی نبوت سے مراد کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہونگے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتی۔

عارف باللہ امام شعرانیؒ نے ''الیواقیت والجواہر'' میں شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے اسکے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

''فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والا فضربنا عنه صفحاً''

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۸۰)

''اگر وہ شخص مکلّف یعنی عاقل بالغ ہوتو ہم پر اس کا قتل واجب ہے ورنہ اس سے اعراض کیا جائے گا۔''

مرزائیت کی اِسلام دشمنی

۱۔ استعماری اور سامراجی کردار

۲۔ جہاد کی تنسیخ

۳۔ عالمِ اِسلام سے غداری

۴۔ اکھنڈ بھارت

۵۔ سیاسی عزائم، منصوبے اور سرگرمیاں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:-

جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غدّاری تھیں نیز یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا، اور اس کا واحد مشن مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ان کے پیروکار، چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

آئندہ صفحات میں اس کی
تشریح پیش کی جارہی ہے۔

سیاسی پس منظر

۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہماری قرارداد میں مرزا غلام احمد کے جہاد کو ختم کرنے کی کوششوں کا بھی ذکر ہے اور یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا تھا اور یہ کہ مرزائی خواہ انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، اسلام کے فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہم ان حسب ذیل چار باتوں کا جائزہ مرزائی تحریرات اور ان کی سرگرمیوں اور عزائم کی روشنی میں لیتے ہیں:

(الف) مرزائیت سامراجی اور استعماری مقاصد اور ارادوں کی پیداوار ہے۔

(ب) ان مقاصد کے حصول کے لئے جہاد کو نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں قطعی حرام، ناجائز اور منسوخ کرانا۔

(ج) ملّت مسلمہ کے شیرازۂ اتحاد اور وحدت ملّت کو منتشر اور تباہ کرنا۔

(د) پورے عالم اسلام اور پاکستان میں تخریبی اور جاسوسی سرگرمیاں۔

یورپی استعمار اور مرزائیت

پہلی بات کہ مرزا صاحب اور اسکے پیروکار یورپی استعمار کے آلۂ کار ہیں۔ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جس کا نہ صرف مرزا قادیانی کو اعتراف ہے بلکہ وہ فخر ومباحات کے ساتھ ببانگ دہل ان باتوں کا اپنی ہر تحریر اور تصنیف میں اعلان کرتے پھرتے ہیں۔وہ بلا جھجک اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور خاندانی وفادار اور سلطنت انگلشیہ کو آقائے ولی نعمت اور رحمت خداوندی اور انگریزوں کی اطاعت کو مقدس دینی فریضہ قرار دیتے ہیں۔اِدھر انگریزی حکام اور سامراج بھی دل کھول کر اُن کی وفاشعاریوں کو سراہتے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ مرزا کو اپنے استعماری اور اسلام دشمن مقاصد کے لئے کن طریقوں سے استعمال کرتے رہے۔

اٹھارہویں صدی کا نصف آخر اور یُورپی استعمار

اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر ہی میں یورپی سامراج دنیا کے بیشتر حصوں پر اپ نوآبادیاتی عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا۔اطالوی، فرانسیسی اور پرتگالی برّ اعظم افریقہ اطالوی سومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ، پرتگالی مشرقی افریقہ، جرمنی مشرقی افریقہ، اور برطانوی مشرقی افریقہ میں منقسم کرنے کے بعد مشرق وسطیٰ کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔اٹلی نے اریٹیریا، فرانس نے جزیرہ مڈگاسکر اور برطانیہ نے رہوڈیشیا اور یوگنڈا کو نوآبادیوں میں تقسیم کردیا۔نام نہاد خودمختار علاقوں میں یونین آف ساؤتھ افر کے علاوہ مصر، حبشہ اور لائیٹریا کا شمار ہوتا تھا۔یورپی سامراج نے اس زمانے میں ہندوستان، بر[illegible] لنکا کو زیرنگیں لانے کے لئے کشمکش کا آغاز کردیا تھا اور بحر ہند کو اپنی استعماری سرگرمیوں کا آماج گاہ بنالیا۔مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بحری اڈہ تھا جس کو بنیاد بنا کر بحر ہند، بحر الکاہل، ڈچ ایسٹ انڈیز اور جنوبی اسٹریلیا کو جُدا جُدا کیا جاسکتا تھا۔استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم

ارادوں کی تکمیل میں اُس وقت زیادہ آسانی ہوگئی جب ۱۸۶۹ء میں نہر سوئیز کی تعمیر کا مرحلہ اختتام پذیر ہوا۔ اس کی وجہ سے راسِ اُمید کا لمبا چکّر لگانے کی بجائے بحرِ قلزم اور بحیرہ احمر کا آسان راستہ اختیار کیا جانے لگا۔ ۱۸۷۸ء تک برطانیہ جبرالٹر اور مالٹا کو زیرِ اثر لا کر قبرص پر تسلط جما چکا تھا۔ عدن ۱۸۳۹ء میں محکوم بنایا جا چکا تھا اب پورے جنوب مغربی ایشیاء پر قبضہ کرنا باقی تھا۔

انگریز اور برصغیر

انگریز نے جب برصغیر اور عالم اسلام میں اپنا پنجۂ استبداد جمانا شروع کیا تو اس کی راہ میں دو باتیں رکاوٹ بننے لگیں۔ ایک تو مسلمانوں کی نظریاتی وحدت، دینی معتقدات سے غیر متزلزل وابستگی اور مسلمانوں کا وہ تصوّراتِ اخوت جس نے مغرب و مشرق کو جسدِ واحد بنا کر رکھ دیا تھا۔ دوسری بات مسلمانوں کا لافانی جذبہ جہاد جو بالخصوص عیسائی یورپ کیلئے صلیبی جنگوں کے بعد وبالِ جان بنا ہوا تھا۔ اور آج سامراجی منصوبوں کیلئے قدم قدم پر سدِّ راہ ثابت ہو رہا تھا۔ اور یہی جذبہ جہاد تھا جو مسلمانوں کی ملّی بقاء اور سلامتی کیلئے گویا حصار اور قلعہ کا کام دے رہا تھا۔ انگریزی سامراج ان چیزوں سے بے خبر نہ تھی اسلئے اپنی معروف ابلیسی سیاست، لڑاؤ اور حکومت کرو (DIVIDE AND RULE) سے عالم اسلام کی جغرافیائی اور نظریاتی وحدت کو ٹکڑے کرنا چاہا۔ دوسری طرف عالم اسلام بالخصوص برصغیر میں نہایت عیاری سے مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم کر کے مسلمانوں میں فکری انتشار اور تذبذب پیدا کرنا چاہا۔ اور اسکے ساتھ ہی انگریزوں پر سلطان ٹیپوؒ شہید، سیّد احمد شاہؒ شہید اور شاہ اسماعیلؒ شہید اور ان کے بعد جماعت مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور علماء حق کا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دینا اور بالآخر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر عالم اسلام میں مغربی استعمار کے خلاف مجاہدانہ تحریکات سے یہ حقیقت اور بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ جبتک مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد قائم ہے، سامراج کبھی بھی اور کہیں بھی اپنا قدم مضبوطی سے نہیں جما سکے گا۔ مسلمانوں کی یہ چیز نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں یورپ کے لئے وبالِ جان بنی ہوئی تھی۔

مرزا صاحب کے نشو ونما کا دَور اور عالم اسلام کی حالت

انیسویں صدی کا نصف آخر جو مرزا صاحب کے نشو ونما کا دور ہے اکثر ممالک اسلامیہ جہاد اسلامی اور جذبہ آزادی کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ برّصغیر کے حالات تو مختصراً معلوم ہو چکے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہی زمانہ ہے جب برّصغیر کے باہر پڑوسی ممالک افغانستان میں ۷۹، ۱۸۷۸ء میں برطانوی افواج کو افغانوں کے جذبہ جہاد سرفروشی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو بالآخر انگریزوں کی شکست اور پسپائی پر ختم ہو جاتا ہے۔

ترکی میں ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور در پردہ معاہدوں کو دیکھ کر جذبۂ جہاد بھڑکتا ہے۔ طرابلس الغرب میں شیخ سنوسی الجزائر میں امیر عبدالقادر (۱۸۸۰ء) اور روس کے علاقہ داغستان میں شیخ محمد شامل (۱۸۷۰ء) بڑی پامردی اور جانفشانی سے فرانسیسی اور روسی استعمار کو للکارتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں مصر میں مصری مسلمان سربکف ہو کر انگریزوں کی مزاحمت کرتے ہیں۔

سوڈان میں انگریز قوم قدم جمانا چاہتی ہے تو ۱۸۸۱ء میں مہدی سوڈانی اور انکے درویش جہاد کا پھریرا بلند کر کے بالآخر انگریز جنرل گارڈن اور اسکی فوج کا خاتمہ کرتے ہیں۔

اسی زمانہ میں خلیج عرب، بحر عدن وغیرہ میں برطانوی فوجیں مسلمانوں کے جہاد اور استخلاص وطن کے لئے جاں فروشی اور جانثاری کے جذبہ سے دوچار تھیں۔

مسلمانوں کی ان کامیابیوں کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ ''مسلمانوں میں دینی سرگرمی بھی کام کرتی تھی کہتے تھے کہ فتح پائی تو غازی مرد کہلائے، حکومت حاصل کی، مر گئے، تو شہید ہو گئے۔ اسلئے مرنا یا مار ڈالنا بہتر ہے اور پیٹھ دکھانا بیکار۔''

(تاریخ برطانوی ہند ۳۰۲ مطبوعہ ۱۹۳۵ء)

ایک حواری نبی کی ضرورت

ایک برطانوی دستاویز ''دی ارائیول آف برٹش امپائران انڈیا'' میں ہے اور بیرونی تمام شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ ''۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مدبروں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برصغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے۔ اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں دو رپوٹیں پیش کیں جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھادھند پیروکار ہیں اگر اسوقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے اپاسٹالک پرافٹ (APOSTOLIC PROPHET) (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے کسی شخص کو ترغیب دینا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریق احسن پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور مسلمان جمہور کی داخلی بے چینی اور باہمی انتشار کو ہوا دینے کے لئے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہے۔

(THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA) (بحوالہ عجمی اسرائیل صفحہ ۱۹)

سامراجی ضرورتیں۔مرزا صاحب اوران کا خاندان

یہ ماحول تھا۔ اور سامراجی ضرورتیں تھیں جس کی تکمیل مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت اور تنسیخ جہاد کے علان نے کی اور بقول علامہ اقبال یہ حالات تھے کہ '' قادیانی تحریک فرنگی انتداب کے حق میں الہامی سند بن کر سامنے آئی۔'' (حرف اقبال صفحہ ۱۴۵)

انگریز کو مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کوئی اور موزوں شخص ان کے مقاصد کیلئے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی حمایت اور مسلم دشمنی اس کو خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔

مرزا کا والد غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوا اور سکھوں کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ پہلے سکھوں سے مل کر مسلمانوں سے لڑا۔ جس کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے ان کو کچھ جائداد واگزار کردی۔

مرزا صاحب کی سیرت میں ہے کہ ۱۸۴۲ء میں انکا والد ایک پیادہ فوج کا کمیندان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے مفسدے (یعنی سید احمد شہید اور مجاہدین کے جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے (آگے ہے) کہ یہ تو تھا ہی سرکار کا نمک حلال ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں ان کے ساتھ اسکے بھائی غلام محی الدین (مرزا غلام احمد کے چچا) نے بھی اچھی خدمات انجام دی، ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں سے مقابلہ کیا ان کو شکست فاش دی۔

(سیرت مسیح موعود صفحہ ۳،۴ مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان)

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریز کا حق نمک یوں ادا کیا کہ خود مرزا غلام احمد کو اعتراف ہے کہ:

> ''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مُرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر مین ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کُرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھکر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔''
>
> (اشتہار واجب الاظہار منسلک کتاب البریہ صفحہ ۳ از مرزا غلام احمد) ﴿رخ، ج ۱۳ ص ۴﴾

اس کے بعد مرزا غلام احمد کے والد اور بھائی غلام قادر کو انگریزی حکام نے اپنی خوشنودی کے اظہار اور ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جو خطوط لکھے ان خطوط کا تذکرہ بھی محولہ بالا کتاب میں

مرزا غلام احمد نے کیا ہے کہ مسٹر ولسن نے ان کے والد مرزا غلام مرتضٰی کو لکھا ہے کہ:

> ''میں خوب جانتا ہوں بلاشبہ آپ اور آپ کا خاندان سرکار انگریزی کا جاں نثار وفادار اور ثابت قدم خدمت گار رہا ہے۔''

(خط ۱۱؍جون ۱۹۴۹ء لاہور مراسلہ ۳۵۳ حوالہ بالا صفحہ ۴) ﴿رخ، ج ۱۳ ص ۴﴾

مسٹر رابرٹ کیسٹ کمشنر لاہور بنام مرزا غلام مرتضٰی اپنے خطوط مورخہ ۲۰؍ستمبر ۱۸۸۵ء میں ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں انگریز کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف اور اسکے بدلے خلعت اور خوشنودی سے نوازنے کی اطلاع دیتے ہیں۔

یہ خاندانی اطاعت جس شخص کی گھٹی میں شامل تھی اس نے اپنی وفاشعاریوں کا یوں اعتراف کیا ہے۔ ستارۂ قیصریہ میں مرزا صاحب لکھتا ہے:

> ''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ۔ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اِس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گذار اور دُعا گو رہے اور یہ کتابیں مَیں نے مختلف زبانوں یعنی اُردو۔ فارسی۔ عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہانتک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکّہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور رُوم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہانتک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم مُلاّؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے

ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں
سے اسکی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔"

(ستارۂ قیصرہ صفحہ ۳،۴، مرزا غلام احمد قادیانی) ﴿رخ، ج ۱۵ ص ۱۱۴﴾

یہی نہیں بلکہ پورے برٹش انڈیا میں اتنی "بے نظیر خدمت" کرنے والے شخص نے بقول خود انگریزی اطاعت کے بارہ میں اتنا کچھ لکھا کہ پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۴ء) ﴿رخ، ج ۱۵ ص ۱۵۵﴾

مرزا صاحب سرکار برطانیہ کے متعلق لفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ایک چٹھی میں اپنے خاندان کو پچاس برس سے وفادار و جاں نثار اور اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا لکھتا ہے اور اپنی ان وفاداریوں اور اخلاص کا واسطہ دے کر اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص نظر عنایت کی التجا کرتا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۷ مرزا قادیانی صفحہ ۱۹۰) ﴿مجموعہ اشتہارات، ج ۳ ص ۲۱﴾

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی

اقبال:ضرب کلیم

اِسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تنسیخ

انگریز کی ان وفاشعاریوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی نے کھلم کھلا جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کردیا۔ جہاد اسلام کا ایک مقدس دینی فریضہ ہے اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کا دارومدار اسی پر ہے شریعت محمدی نے اسے قیامت تک اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عملی زندگی، ان کا جذبہ جہاد وشہادت یہ سب باتیں جہاد کو ہر دور میں مسلمانوں کے لئے ایک ولولہ انگیز عبادت بناتی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے

الجهاد ماضٍ اِلی یَومِ القِیامَةِ (ابوداؤد).

وَقَاتِلُوهُمْ حَتىٰ لا تَكُونَ فِتنَةٌ وَيَكُون الدِيْنُ كُلُّهُ للّٰهِ اوران کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فتنہ کفر وشرارت باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہوجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فریضہ جہاد کی تا قیامت ابدیت اسطرح ظاہر فرمائی ہے:

لن يبرح هـذا الدين قائماً يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتى تقوم الساعة.

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔ (مسلم ومشکواۃ صفحہ ۳۳۰)

لیکن مرزا غلام احمد نے انگریز کے بچاؤ اور تحفظ اور عالم اسلام کو ہمیشہ اُنکی طوق غلامی میں باندھنے اور کافر حکومتوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شدّ ومَد سے عقیدہ جہاد کی مخالفت کی۔ اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہری اور خفیہ سرگرمیوں کا موقع مل سکا جہاد کے خلاف نہایت شدت سے پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مرزا صاحب کو جہاد حرام کرانے کی ضرورت کیا تھی۔ اس کا جواب ہمیں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۹۷۰ مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۲۱ء سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے۔ جس میں کہا گیا:

''جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا۔ اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا۔ اور عالم اسلام کی ایسی حالت تھی کہ وہ پٹرول کے پیپہ کی طرح بھڑکنے کیلئے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گذرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کیلئے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی اس کے لئے غیر معمولی عنایت کا موجب تھا۔ (حوالہ بالا)

جہاد منسوخ ہونے اور دنیا سے جہاد کا حکم تا قیامت اٹھ جانے پر مرزا صاحب کس قدر شدّ ومد سے زور دیتے ہیں۔ ان کا اندازہ ان کی جسب ذیل عبارات سے لگایا جاسکتا ہے۔ اپنی کتاب اربعین ۴ میں صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر ﴿خ ۴۴۳ ج ۱۷﴾ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ کے وقت (۱) میں اسقدر شدّت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں

کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیگر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود (یعنی بزعم خود مرزا صاحب) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔"

(از قادیانی مذہب صفحہ ۲۲۵ فصل نمبر ۴ عنوان نمبر ۳۷)

ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۸ ﴿رخ، ج ۱۶ ص ۲۸﴾ پر لکھتے ہیں:

"آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔"

نیز ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۹ ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۷۷﴾ میں مرزا صاحب کا یہ اعلان درج ہے کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔۔۔ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے ۔۔۔ اب جہاد منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے

اعتقاد نیز انگریزی حکومت کے نام ایک معروضہ میں جو ریویو آف ریلیجنز بابت ۱۹۰۲ء جلد ۱ صفحہ ۲۹۸ نمبر ۱۲ میں شائع ہوا تھا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"یہی وہ فرقہ (یعنی مرزا صاحب کا اپنا فرقہ) ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔"

(از ریویو ریلیجنز ۵۳۸،۵۳۷)

رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۴ ﴿خ ۱۵ ج ۱۷﴾ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''دیکھو میں (غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔''

ان تمام عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک جہاد کی مخالفت کا خاص حالات سے مجبوریوں کا تقاضا نہیں بلکہ اب اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منسوخ حرام اور ختم سمجھا جائے نہ اس کیلئے شرائط پوری ہونے کا انتظار ہے اور کسی پوشیدہ طور بھی اس کی تعلیم جائز نہیں۔

تریاق القلوب صفحہ ۳۲۲ ﴿رخ، ج ۱۵ ص ۵۱۸﴾ میں لکھتے ہیں کہ:

''اس فرقہ (مرزائیت) میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے لڑائیاں کی جائیں۔''

''اب زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔''

''آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔'' (ایضاً) ﴿رخ، ج ۱۶ ص ۱۷﴾

مرزائی تاویلات کی حقیقت

نسخ جہاد کے بارے میں ان واضح عبارات کے باوجود مرزائیوں کی دونوں جماعتیں آج کہتی ہیں کہ چونکہ ۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت قائم ہو گئی اور وسائل جہاد مفقود تھے اسلئے وقتی طور پر جہاد کو موقوف کیا گیا۔ آیئے ہم اس غلط تاویل اور مرزا کی غلط وکالت کا جائزہ لیں۔

(۱) پچھلی چند عبارات سے ایک منصف مزاج شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں جہاد کی ممانعت ایک وقتی حکم نہیں۔ نہ وہ کچھ وقت کے لئے موقوف۔ بلکہ وہ مکمل طور پر جہاد کے خاتمہ، اسکی انتظار تک کی نفی اور ظاہری اور پوشیدہ قسم کی تعلیم کو بھی ناجائز اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دین کے لئے لڑنا ممنوع اور منسوخ قرار دیتے ہیں۔

(۲) اگر مرزا صاحب ۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت کے قدم جمانے کی وجہ سے مجبوراً جہاد کی مخالفت کرتے ہیں۔تو ۵۷ء اور اس سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے فوراً بعد مجاہدین سید احمد شہیدؒ کے جہاد میں مرزا صاحب اور ان کا پورا خاندان سکھوں اور انگریزی استعمار کیلئے میدان ہموار کرنے کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیتے رہے۔جس کا مرزا صاحب نے انگریزی حکام کے نام خطوط اور چٹھیوں میں بڑے فخر سے اعتراف کیا ہے اور ان مساعی کی نہ صرف تائید کی بلکہ تحسین بھی کی ہے۔ان کے خاندانی بزرگوں نے سکھوں سے مسلمانوں کے جہاد میں سکھوں کی حمایت کی۔مرزا صاحب کے والد نے ۵۷ء میں پچاس سوار سرکار انگریز کی امداد کیلئے فراہم کئے۔مرزا غلام احمد نے ۱۸۵۷ء میں جہاد آزادی کے غیور اور جان نثار مجاہدین کو جہلا اور بد چلن کہا۔

(براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ الف اشتہار اسلامی انجمنوں سے التماس)

انگریز کے ہاتھوں ہندوستان میں مسلمانوں کی مظلومیت پر ہند کا ذرہ ذرہ اشکبار تھا۔ اسلامیان ہند کی عظمتیں لٹ رہی تھیں، ہزار سالہ عظمت رفتہ رفتہ پاش پاش ہو رہی تھی، علماء اور شرفاء ہند کو سور کے چمڑوں میں سی کر اور زندہ جلا کر دہلی کے چوکوں میں پھانسی پر لٹکایا جا رہا تھا اور انگریزوں کا شقی القلب نمائندہ جنرل نکلسن، ایڈورڈ سے ایسے آئینی اختیارات مانگ رہا تھا کہ مجاہدین آزادی کے زندہ حالت میں چمڑے اُدھڑے جاسکیں اور اُنہیں زندہ جلایا جاسکے۔مگر وہ شقی اور ظالم نکلسن اور مرزا غلام احمد اور اسکے خاندان کو ہندوستان میں اپنے مفادات کا نگراں اور وفادار ٹھہرا رہا تھا۔جنرل نکلسن نے مرزا غلام قادر کو سند دی جس میں لکھا کہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔(سیرت مسیح موعود صفحہ ۴ از مرزا بشیر الدین محمود طبع قادیان) اور وہی مرزا صاحب جو ابھی تک اپنے تشریعی نبی ہونے کی حیثیت سے سامنے نہیں آئے تھے اور خود براہین احمدیہ اور دیگر تحریروں میں جہاد کے فرض واجب اور غیر منقطع ہونے کا اعتراف کر چکے تھے۔دعویٰ نبوت کے بعد ایک قطعی حکم کو حرام قرار دیتے ہوئے عملاً بھی قرآن کریم کی تمام آیات جہاد، خُمس وفی کو منسوخ

قرار دیکر تشریعی نبی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں لیکن جس دور میں وہ جہاد کو فرض کہتے ہیں کیا مرزا صاحب خود عملی طور پر بھی اس پر عمل پیرا رہے؟ اس کا جواب ہمیں انگریز لیفٹننٹ گورنر کے نام چٹھی سے مل جاتا ہے۔ وہ اس درخواست میں اپنی اصل حقیقت کو اس طرح واشگاف الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں:

> ''میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک (گویا ۱۸۳۹ء سے لیکر جو ۵۷ء سے بہت پہلے کا زمانہ ہے) جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔ اوران کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کی دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔''
>
> (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۰ مطبوعہ قادیان پریس قادیان اگست ۱۹۲۲ء)
>
> (مجموعہ اشتہارات جلد ۱۳ص ۳۴۰)

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض ہم تسلیم کئے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے برصغیر میں انگریزی سلطنت کی وجہ سے بعض مجبوریوں کی بنا پر اتنی شد و مد سے جہاد کی مخالفت کی۔ لیکن اگر حقیقت یہی ہوتی تو مرزا صاحب کی ممانعت جہاد اور اطاعت انگریز کی تبلیغ صرف برٹش انڈیا تک محدود ہوتی۔ مگر یہاں تو ایسے کھلے شواہد اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریک و تبلیغ کا اصل محرک نہ صرف انڈیا بلکہ پورے عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنا اور انگریزوں کیلئے یا کسی بھی کافر سلطنت کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ تا کہ اس طرح ایک نئی امّت اور نئے نبی کے نام سے پوری ملّت مسلمہ اور امت محمدیہ کا سارا نظام درہم برہم کیا جائے۔ اور پورے عالم اسلام کو انگریز یا اُن کے حلیفوں کے قدموں میں لا گرایا جائے۔ اس لئے مرزا صاحب نے مخالفت جہاد کی تبلیغ صرف برٹش انڈیا تک محدود نہ رکھی اور نہ صرف اردو لیٹریچر پر اکتفا کیا، بلکہ فارسی، عربی، انگریزی میں لیٹریچر لکھ کر بلاد روم، شام، مصر، ایران، افغانستان، بخارا یہاں تک کہ مکّہ اور مدینہ تک پھیلاتا رہا تا کہ بخارا میں اگر

زار روس کے لشکر آئیں تو کوئی مسلمان ہاتھ مزاحمت کے لئے نہ اٹھائے۔ فرانس، تیونس، الجزائر اور مراکش پر لشکر کشی ہو تو مسلمان جہاد کو حرام سمجھیں۔ عرب اور مصری دل و جان سے انگریز کے مطیع بن جائیں۔ اور ترک وافغان کی غیرت ایمانی ہمیشہ کے لئے جذبہ جہاد سے سرد پڑ جائے۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے اعترافات دیکھئے وہ لکھتے ہیں:

> ''میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔''

(تبلیغ رسالت جلد ۷ بنام لیفٹنٹ گورنر صفحہ ۱۰) ﴿مجموعہ اشتہارات، ج ۱۳ اص ۳۴۰﴾

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ ﴿رخ، ج ۱۳ اص ۳۴۳﴾ پر لکھتے ہیں:

> ''ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل وجان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگذاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب وشام وغیرہ تک پہنچا دی گئیں۔''
>
> ''(اس کے بعد) میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔''

(تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۹۶) ﴿مجموعہ اشتہارات، ج ۲ ص ۱۲۷﴾

اور یہ سب کچھ مرزا صاحب نے اس لئے کیا کہ:

''تا کہ کچھ طبیعتیں ان نصیحتوں سے راہ راست پر آجائیں اور وہ طبیعتیں اس گونمنٹ کا شکر کرنے اور اسکی فرمانبرداری کے لئے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہوجائیں۔''

(نورالحق حصہ اول صفحہ ۳۲،۳۳) ﴿رخ، ج ۸ ص ۴۱﴾

تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۷ ﴿رخ، ج ۱۳ ص ۳۴۷﴾ میں اس ساری جدوجہد کا حاصل مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائینگے۔ کیوں کہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ضمیمہ صفحہ ۷ ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۲۸﴾ میں لکھتے ہیں:

''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اُسی روز سے اُس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ مسیح آچکا۔ خاصکر میری تعلیم کے لحاظ سے اِس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔''

یہ حقیقت کہ مرزائی تبلیغ و تلقین اور تمام کوششوں کے محرکات اور مقاصد کیا تھے۔ مرزائی مذہب کے بانی کے مذکورہ اقوال سے خود ظاہر ہوجاتی ہے۔ اس پر بھی اگر تاویل کے پردوں میں اس حقیقت کو چھپایا جاتا ہے تو تو آنکھیں کھولنے کے لئے حسب ذیل واقعات اور اعترافات کافی ہیں کہ مرزا صاحب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ آزاد اسلامی ممالک میں بھی کسی قسم کے جہاد کے روادار نہ تھے۔ افغانستان کے امیر امان اللہ خاں کے عہد حکومت میں نعمت اللہ خاں مرزائی اور عبداللطیف مرزائی کو علماء افغانستان کے متفقہ فتوے سے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کے محرکات یہی تھے کہ یہ

لوگ مبلغین کے پردہ میں جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور یہ محض اس لئے کہ انگریزوں کا اقتدار چھا جائے۔ حالانکہ افغانستان میں جہادِ اسلامی کی مکمل شرائط موجود تھیں۔ اس سلسلہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۶/اگست ۱۹۳۵ء ملاحظہ کیجئے:

''عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہوگئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر جو افغانستان میں ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے تو حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہوجائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اخبار الفضل بحوالہ امان افغان مورخہ ۳/۱۹۲۵ء نے افغان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل بیان نقل کیا۔
کابل کے دو اشخاص ملاّ عبدالحلیم اور ملاّ نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدے کی تلقین کر کے اُنہیں راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے، جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔''

خلیفہ قادیان اپنے ایک خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء میں اعتراف کرتا ہے کہ نہ صرف مسلم ممالک بلکہ غیر مسلم ممالک اور اقوام بھی مرزائیوں کو آلۂ کار سمجھتے تھے۔

دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب قبرص میں احمدیہ عمارت کی افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن انگریز نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔"

اسلامی جہاد منسوخ مگر مرزائی جہاد جائز

(۴) یہ امر حیرت اور تعجب کا باعث ہے کہ ایک طرف تو قادیانیوں نے جہاد کو اتنی شدومد سے منسوخ اور حرام قرار دیا مگر دوسری طرف انگریزوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا نہ صرف انکے لئے جائز بلکہ ضروری تھا۔ گویا ممانعت جہاد کی یہ ساری جدوجہد صرف انگریزوں اور کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لئے تھی کہ وہ نہ تو اپنی عزت وناموس اور نہ ملک وملت کی بقاء کے لئے لڑیں نہ اپنے دینی، اسلامی شعائر معابد ومساجد کے لئے علم جہاد بلند کریں۔ لیکن انگریزی اقتدار کے فروغ وتحفظ کیلئے ان کی فوجوں میں شامل ہو کر بلاد اسلامیہ پر بمباری ایک مقدس فریضہ تھا۔ مرزا محمود احمد نے کہا:

"صداقت کے قیام کیلئے گونمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کیلئے گونمنٹ کی مدد احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔"

(خطبہ مرزا محمود احمد، الفضل ۲رمئی ۱۹۱۹ء)

قادیانی جماعت نے لارڈ ریڈنگ کو اپنے ایڈریس میں بھی اپنی جنگی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کابل سے جنگ میں ہماری جماعت نے علاوہ ہر قسم کی مدد کے ایک ڈبل کمپنی اور ایک ہزار افراد کے نام بھرتی کیلئے پیش کئے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں رضا کارانہ کام کرتے رہے۔ (الفضل ۴رجولائی ۱۹۳۱ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں مرزا محمود احمد نے کہا کہ شاید کابل کے ساتھ ہمیں کسی وقت جہاد ہی کرنا پڑتا (آگے چل کر کہا) کہ پس نہیں معلوم کہ ہمیں کب خُدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔

(الفضل ۲۷ رفروری ۲ رمارچ ۱۹۲۲ء)

امن و آشتی اور اسلامی نظری جہاد کو ملاؤں کے وحشیانہ اور جاہلانہ اور بیہودہ خیالات قرار دینے والے مرزائیوں کے حقیقی خد و خال مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کے اِن الفاظ سے اور بھی عیاں ہو جاتی ہے اُنہوں نے کہا کہ:

> ''اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح (حضرت عیسیٰؑ) آیا تھا اُسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لئے آیا ہے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دے۔'' (عرفان الٰہی صفحہ ۹۴)
>
> ''پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا مگر اب (مرزا غلام احمد) اس زمانے کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں گے۔''
>
> (تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹ مصنفہ مرزا محمود احمد)

اس سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے نظریہ جہاد کو منسوخ قرار دینے اور سارے عالم اسلام میں اسکے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے بعد اپنے لئے اور سامراجی مقاصد کے لئے جہاد اور قتال کو جائز قرار دینے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اِن تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں کہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا کافروں یا خود اُن کے خلاف لڑنا تو ہمیشہ کے لئے حرام تھا۔ مگر عیسائیت کے جھنڈے تلے یا کسی کافر حکومت کے مفاد میں یا خود مرزائیوں کے لئے جہاد اور قتال اور لڑنا لڑانا سب جائز ہے۔

مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت

افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں قادیانیوں کے تبلیغ کے نام پر استعماری سرگرمیوں سے ان کے تبلیغ اسلام کی خدمات کی قلعی تو کھل جاتی ہے مگر بہت سے لوگ مرزا صاحب کی خدمات کے سلسلہ میں ان کے مدافعتِ اسلام میں مناظرانہ بحث ومباحثہ اور علمی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آریہ سماج اور عیسائیوں سے اسلام کے دفاع میں بڑے معرکے سر کیے اور اب بھی قادیانی ، دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں، اس لئے انکے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک نہیں کرنا چاہیئے ۔ اس لئے ہم اس غلط فہمی کو جس میں بالعموم تعلیم یافتہ افراد بھی مبتلا ہوتے ہیں، مرزا صاحب کی ایک دو عبارتوں سے دور کرنا چاہتے ہیں جو بانی قادیانیت کے تبلیغی مقاصد اور نیت کو خود ہی بڑی خوبی سے عیاں کررہی ہیں کہ اُنہوں نے عیسائی مشنریوں کی اشتعال انگیز تحریروں اور اسلام پر ان کے جارحانہ حملوں سے مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف پُر جوش ردعمل کا خطرہ محسوس کیا تو اِس عام جوش کو دبانے کیلئے حکمتِ عملی کی بنا پر عیسائیوں کا کسی قدر سختی سے جواب دیا اور سخت کتابیں عیسائیوں کے خلاف لکھیں ۔

تریاق القلوب مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۲ء رخ ، ج ۱۵ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ضمیمہ ۳ بعنوان ''گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست'' میں مرزا غلام احمد اپنے بیس برس کی تمام علمی اور تصنیفی کاوش کا خلاصہ مسلمانوں کے دل سے جہاد اور خونی مہدی وغیرہ کے معتقدات کا ازالہ اور انگریزوں کی وفاداری پیدا کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کرسکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک جو کہ بیس برس کا زمانہ

ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں... کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدِ اعتدال سے بڑھ گئی۔ اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں۔ اور اُن مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور با ایں ہمہ جھوٹا تھا اور لُوٹ مار اور خُون کرنا اس کا کام تھا۔ تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے اُن جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔"

(صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹) ﴿رخ، ج ۱۵ ص ۴۸۹، ۴۹۰﴾

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

''سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ کا بنا دیا ہے۔

(۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے

(۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

(۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔''

(صفحہ ۳۰۹۔۳۱۰) ﴿رخ، ج ۱۵ ص ۴۹۱﴾

دوسری بڑی وجہ مرزا صاحب کے ایسے علمی تحریرات اور مناظروں کی یہ تھی کہ وہ ابتداءً اس طرح عام مسلمانوں کی عقیدت اور توجہات اپنی طرف مبذول کراتے چلے گئے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے دفاع میں جن مسائل پر بحث کا بازار گرم کرتے اسی میں آئندہ اپنے دعویٰ نبوت و رسالت کے لئے فضاء بھی ہموار کرتے چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کے نام پر شکر میں لپٹی ہوئی زہر کی ایک مثال آریہ سماج سے معجزات انبیاء کے اثبات پر مرزا صاحب کا مناظرہ ہے جس میں اثبات معجزات کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں معجزات کا صدور متوقع ہے ظاہر ہے کہ معجزہ بنیادی طور پر نبوت و رسالت کا لازم ہے اور جب نبوت و رسالت حضور نبی کریم پر ختم ہو چکی تھی تو اس کے لوازمات، معجزات وحی وغیرہ کا ہر دور میں متوقع ہونا بحث و مناظروں کے پردہ میں اپنی جھوٹی نبوت کے پیش بندی نہ تھی......تو اور کیا چیز تھی؟۔

تصنیفی ذخیرہ

درحقیقت جب ہم مرزا غلام احمد کی ربع صدی کی تصنیفی و علمی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اُن کی تمام تحریری وتقریری سرگرمیوں کا محور صرف یہی ملتا ہے کہ اُنہوں نے چودہ سو سال کا ایک متفقہ، طے شدہ اجماعی ''مسئلہ حیات ونزول مسیح'' کو نشانہ تحقیق بنا کر اپنی ساری جدوجہد وفات مسیح اور مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر مبذول کر دی۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ کی طرح ظلی وبروزی اور مجازی گورکھ دھندوں میں الجھانا چاہا۔ جدلیات اور سفسطوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر، یہ مرزا صاحب کی علمی اور تبلیغی خدمات کا دوسرا نام ہے۔ اگر ان کی تصنیفات سے ان کے متضاد دعوے اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل ومباحث نکال لئے جائیں تو جو کچھ بچتا ہے وہ جہاد کی حرمت اور حکومت انگلشیہ کی اطاعت، دلی وفاداری اور اخلاص کی دعوت ہے۔ جبکہ ہندوستان پہلے سے ذہنی وفکری اور سیاسی انتشار کا مرکز بنا ہوا تھا اور عالمِ اسلام مغرب مادہ پرست تہذیب اور خود فراموش تمدن کی لپیٹ میں تھا مگر ہمیں مرزا صاحب کی تصانیف اور ''علمی خدمات'' میں انبیاء کرام کے طریق دعوت کے مطابق کوئی بھی وقیع اور کام کی بات نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ اُنہوں نے اپنے قلم اور زبان کے ذریعے مذہبی اختلافات اور دینی جھگڑوں کے شکار ہندوستانی مسلمانوں کو مزید ذہنی انتشار اور غیر ضروری مذہبی کشمکش میں ڈال کر اُنکا شیرازۂ اتحاد پاش پاش کرنے کی کوشش کی۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
اقبال: ضرب کلیم

مرازئیت اور عالم اسلام

اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے

''ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کیلئے خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔ قادیانیت باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کیلئے مہلک ہے۔ یہ اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔''

اقبال: حرف اقبال

سامراجی عزائم کی تکمیل

سابقہ تفصیلات کے علاوہ مرزاغلام احمد اور اس کی جماعت نے پورے عالم اسلام کے ساتھ استعماری عزائم کی تکمیل کی خاطر جو رویہ اختیار کیا اس کی چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے فیصلہ خود ہر انصاف پسند شخص پر چھوڑا جاتا ہے کہ کیا ایسی جماعت سامراجی جماعت کہلانے کی مستحق نہیں؟ اور یہ کہ اُس نے پورے عالم اسلام کے اتحاد اور سلامتی کو برباد کرنے کی کوششیں کیں یا نہیں؟ اور یہ کہ عالم اسلام کو نوآبادیاتی نظام میں جکڑنے اور انگریزوں کا غلام بنانے میں قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں یا نہیں؟ وہ انگریزوں کے فتح پر چراغاں مناتے، خوشی کے جشن برپا کرتے، انگریزی فوج کو ''ہماری فوج'' اور مقابلہ میں مسلمانوں کو دشمن کی فوج قرار دیتے۔

عراق و بغداد

جب انگریزوں نے عراق پر قبضہ کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے لارڈ ہارڈنگ نے عراق کا دورہ کیا تو مشہور قادیانی اخبار الفضل نے لکھا:

> ''یقیناً اس نیک دل افسر (لارڈ ہاڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ ہم ان نتائج پر خوش ہیں۔ کیونکہ خدا ملک گیری اور جہاں بانی اسی کے سپرد کرتا ہے جو اسکی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمراں بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔ پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائیگا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔
>
> (الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰۳ مؤرخہ ۱۱ر فروری ۱۹۱۵ء)

پھر اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب انگریزوں نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کو شکست

ہوئی تو ''الفضل'' نے لکھا:

''حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدی معہود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلہ میں ان علماء کی کچھ نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق عرب ہو، یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں''

یہ بات جسٹس منیر نے بھی لکھی ہے کہ:

''جب پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو شکست ہوگئی تھی بغداد پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو قادیان میں اس فتح پر جشن منایا گیا تھا۔''

(تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹ مرتبہ جسٹس منیر)

یہ بات بھی جسٹس منیر ہی نے لکھی کہ:

''بانی قادیانیت نے اسلامی ممالک کا انگریزی حکومت کے ساتھ توہین آمیز مقابلہ وموازنہ کیا۔'' (تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۲۰۸،۹ مرتبہ جسٹس منیر)

فتح عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر

سقوط بغداد میں مرزائیوں کے اس انگریز نوازی کا اتنا حصہ تھا کہ جب انگریزوں نے عراق فتح کیا تو مرزا البشیر الدین محمود احمد کے سالے میجر حبیب اللہ شاہ کو ابتداءً عراق پر اپنا گورنر نامزد کیا، میجر حبیب اللہ شاہ پہلی جنگ عظیم میں بھرتی ہوکر عراق گئے تھے اور وہاں فوج میں ڈاکٹر تھے۔

مسئلہ فلسطین اور قیام اسرائیل سے لیکر اب تک

اخبار الفضل قادیان جلد ۹ نمبر ۳۶ رقمطراز ہے:

''اگر یہودی اس لئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کے منکر ہیں...... اور عیسائی اس

لئے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت کا انکار کر دیا تو یقیناً یقیناً غیر احمدی (مسلمان) بھی مستحق تولیت نہیں۔ اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہے کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک تو اس طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کا فیصلہ ایک نبی کو غیر ٹھہراتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت من جانب اللہ، رسول نہ تھے۔ پس اگر غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصول درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں۔"

صرف یہی نہیں کہ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو اُن کے صدیوں پرانے وطن سے نکال کر عربوں کے سینے میں مغربی سامراجیوں کے ہاتھوں اسرائیل کی شکل میں خنجر بھونکا جا رہا ہے تو قادیانی امت ایک پورے منصوبہ سے اس کام میں صیہونیت اور مغربی سامراجیت کے لئے فضا بنانے میں مصروف تھی۔ ایک قادیانی مبلغ لکھتا ہے:

"میں نے یہاں کے ایک اخبار میں اس پر آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدہ کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی اور بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو۔ اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیئے کیا مسلمانوں نے کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا۔ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادئ مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں

اور آرام پا رہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کیلئے نہیں ہے۔ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں اسکے متعلق وزیر اعظم برطانیہ کی طرف سے انکے سکریٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔" (الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۷۵ مؤرخہ ۱۹ر مارچ ۱۹۱۸ء)

اسرائیل کے قیام میں مرزائیوں کی عملی کوششوں کے ضمن میں مولوی جلال الدین شمس اور خود مرزا بشیر الدین محمود کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ غالباً ۱۹۲۶ء میں مولوی جلال الدین شمس مرزائی مبلغ کو شام بھیجا گیا۔ وہاں کے حریت پسندوں کو پتہ چلا تو قاتلانہ حملہ کیا، آخر تاج الدین الحسن کی کابینہ نے اُسے شام بدر کر دیا۔ جلال الدین شمس فلسطین چلا آیا اور ۱۹۲۸ء میں قادیانی مشن قائم کیا اور ۱۹۳۱ء تک برطانوی انقلاب کی حفاظت میں عالمی استعمار کی خدمت بجالاتا رہا۔ تاریخ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد قادیانی سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۷ء میں قیام فلسطین کے برطانوی منصوبے کے اعلان کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۲۴ء میں فلسطین میں قیام کیا اور فلسطین کے ایکٹنگ گورنر سر کلیٹن سے ساز باز کر کے ایک لائحہ عمل مرتب کیا اور جلال الدین شمس قادیانی کو دمشق میں یہودی مفادات کا نگراں مقرر کیا گیا۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد ۹ نمبر ۳: از تاریخ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد)

۱۹۴۷ء تک قادیانی سرگرمیاں فلسطین میں پھلتی پھولتی رہیں۔ مولوی اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم چودھری، محمد شریف، نور احمد، منیر رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔ ۳۴ء میں مرزا محمود خلیفہ قادیان نے اپنے استعماری صیہونی مقاصد کی تکمیل کیلئے تحریک جدید کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کیلئے اس تحریک کیلئے بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۱۹) تو بیرون ہند قادیانی جماعتوں میں سب سے زیادہ حصہ فلسطین کی جماعت نے لیا۔ اور تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین کی جماعتِ حیفہ اور مدرسہ احمدیہ کبابیر نے قربانی اور اخلاص کا نمونہ پیش کیا، اور مرزا محمود نے اسکی تعریف کی (ایضاً ۴۰)

بالآخر جب برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے ۱۹۱۷ء کے اعلان کے مطابق ۱۹۴۸ء میں بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا، تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا۔ مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلاخوف جھجک وہاں رہیں اور انہیں کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ خود مرزا بشیر الدین محمود نہایت فخریہ انداز میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عربی ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی اِن (یورپی اور افریقی) ممالک میں ہے پھر بھی ایک طرح کی اہمیّت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے، تو وہ صرف احمدی ہیں۔

(الفضل لاہور صفحہ ۵، ۳۰؍اگست ۱۹۵۰ء)

مرزا محمود کے جماعت کو اس طرح کی اہمیت کیوں نہ ملتی، جبکہ مرزا محمود خلیفہ دوم نے فلسطین میں یہودی ریاست اسرائیل کے قیام واستحکام میں صیہونیوں سے بھرپور تعاون کیا۔''

(ماہنامہ الحق جلد ۹ شمارہ ۲، بحوالہ تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد قادیانی)

اور جب عربوں کے قلب کا یہ رستا ہوا ناسور اسرائیل قائم ہوا۔ تمام مسلمان ریاستوں نے اس وقت سے اب تک اس کا مقاطعہ کیا۔ پاکستان کا کوئی سفارتی یا غیر سفارتی مشن وہاں نہیں۔ اسلئے کہ اسرائیل کا وجود بھی پاکستان کے نزدیک غلط ہے، پاکستان عربوں کا بڑا حمایتی ہے۔ موئٹ اکرمل، کبابیر وغیرہ میں ان کے استعماری اور جاسوسی سرگرمیوں کے اڈے قادیانی مشنریوں کے پردے میں قائم ہوئے۔ یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں تو کیا ہے۔ کافی عرصہ تک جس اسرائیل میں کوئی عیسائی مشن قائم نہ ہوسکا اور بعد میں کچھ عیسائی مشنیں قائم ہوئیں تو اسرائیل کے سب سے بڑے ربّی شلوگورین نے آرچ بشپ آف کنٹر بری، ڈاکٹر ریمزے اور کارڈینل پادری ہی نان سے خصوصی ملاقات کر کے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔

عیسائی مشنوں کے خلاف اسرائیل میں منظم تحریک چلی، عیسائی مراکز پر حملے ہوئے، دکانوں اور بائبلوں کے نسخوں کو جلانا معمول بن گیا۔ مگر ۱۹۲۸ء سے لیکر اب تک ۴۶ سال (بلکہ ۱۹۲۸ء سے اب

۲۰۰۴ء تقریباً پون صدی تک) میں یہودیوں نے قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی، نہ اُن کے لیٹریچر کو روکا، نہ کوئی معمولی رکاوٹ ڈالی جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ وہ مرزائیوں کو اپنے مفادات کی خاطر تحفظ دے رہے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں اور پاکستان کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن ایک لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس لمحہ فکریہ کا عربوں کے لئے مختلف وقفوں سے بے چینی اور اضطراب اور پاکستان سے سوءظن کا باعث بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مشن عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی راز معلوم کرنے، عالم اسلام کے معاشی، اخلاقی حالات اور دینی جذبات معلوم کرنے عرب گوریلوں کے خلاف کارروائیاں کرنے اور عالمی استعمار اور یہودی استحصال کے لئے راہیں تلاش کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

اسرائیلی مشن

قیام اسرائیل سے لے کر اب تک مسٹر ظفر اللہ خاں کی اس سلسلہ میں تگ ودو کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب آپ وزیر خارجہ تھے تو کسی نے ربوہ کے ماتحت اسرائیلی مشن کے بارہ میں سوال کیا۔ تو آپ نے روایتی عیاری سے کام لے کر کہا کہ حکومت پاکستان کو تو اس کا علم نہیں۔ ع

الاماں ازحرف پہلو دار تو

لیکن جب پچھلے دنوں اخبارات میں اسرائیل کے قادیانی مشن کا چرچہ ہوا تو بڑی ہوشیاری سے کہا گیا کہ ایسے مشن ہیں مگر قادیان بھارت کے ماتحت ہے۔ یہ ایک ایسا جھوٹ تھا کہ خود ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷، ۶۶، ۱۹ء سے اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اس بجٹ کے صفحہ ۲۵ پر مشنہائے بیرون کے ضمن میں اسرائیل میں واقع حیفہ کے قادیانی مشن کی تفصیل دی گئی۔ جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اگلے صفحہ پر منسلک ہے۔

☆☆☆☆☆

تفصیل آمد و خرچ مشنہائے بیرون

حیفا

(۱۳)

دامرا بنگل پوسٹ
[illegible]

آمد

شمار	نام مدات	اصل آمد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	چندہ تحریک جدید	۳۴۰۰	۱۴۵۰	۱۴۵۰
۲	وعدہ عام و حصہ آمد		۱۶۰۰	۱۶۰۰
۳	زکوۃ		۱۰۰	۱۰۰
۴	عید فنڈ			
۵	فطرانہ		۱۲۵	۱۲۵
۶	متفرق		۱۲۵	۱۲۵
	میزان آمد	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰

خرچ

عملہ

شمار	نام مدات	اصل اخراجات ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	مرکزی مبلغین ۱	۹۷۳	۹۷۳	۹۷۳
۲				
	میزان عملہ	۹۷۳	۹۷۳	۹۷۳

سائر

شمار	نام مدات	اصل اخراجات ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	اشاعت لٹریچر	۱۰۵۵	۴۰	۴۰
۲	تبلیغی جلسہ و عیدین		۶۰	۶۰
۳	دورے و سفر خرچ		۴۰	۴۰
۴	مہمان نوازی		۵۰	۵۰
۵	کرایہ مکان فرنیچر			
۶	بجلی، پانی، گیس وغیرہ		-	-
۷	سٹیشنری		۱۵	۱۵
۸	ڈاک تار و ٹیلیفون		۵۰	۵۰
۹	کتب و اخبارات		۵۰	۵۰
۱۰	متفرق		۵۰	۵۰
۱۱	اخراجات رسالہ البشریٰ		۷۰۰	۷۰۰
	میزان سائر	۱۰۵۵	۱۰۵۵	۱۰۵۵
	کل خرچ عملہ و سائر	۲۰۲۸	۲۰۲۸	۲۰۲۸
	ادائیگی مرکزی	۱۳۷۲	۱۳۷۲	۱۳۷۲
	کل میزان	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰

خلاصہ

آمد	۳۴۰۰
خرچ	۳۴۰۰
فاضل	-

احمدیہ تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء کے صفحہ ۲۸ کا عکس۔

اسرائیل مشن

ہم یہاں اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک اور ثبوت مع اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ اقتباس قادیانیوں ہی کی شائع کردہ کتاب ''اَوَرفارَن مشن'' مؤلفہ مبارک احمد صفحہ ۷۸ شائع کردہ احمدیہ فارن مشن ربوہ سے لیا گیا ہے، مؤلف کتاب مرزا غلام احمد کے پوتے ہیں۔

احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بکڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تمیں مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے انکے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفہ کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت و شنید کی، مَیر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کیلئے کبابیر میں حیفہ کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد مَیر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کیلئے تشریف لائے۔ حیفہ کے چار معززین بھی انکے ہمراہ تھے۔ اُن کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جسمیں اُنہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے مَیر صاحب نے اپنے تاثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کئے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا صدر محترم کو پیش کیا، جسکو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا۔

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya Missson in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot, and a school. The mission also brings out a monthly, entitled *Al-Bushra* which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Massih have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derive a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Some time ago, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later, accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which wonld give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should she him before embarking on the journey back: Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Ouran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press, and a brief account was also broadcast on the radio.

(OUR FOREIGN MISSIONS)
(by Mirza Mubarak Ahmad)

یہودیوں اور قادیانیوں کا نظریاتی مماثلت اور اشتراک کا تجزیہ کرتے ہوئے آج (۱۹۴۷ء) سے ۳۸ رسال قبل علامہ اقبال نے کہا تھا کہ مرزائیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ (حرف اقبال ۱۵) مگر ۱۹۳۶ء میں تو یہ ایک نظری بحث تھی، جس پر رائے زنی کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن بعد میں علم ونظر کے دائرہ سے لے کر سعی وعمل کے میدان میں دونوں یعنی قادیانیت اور صیہونیت کا باہمی اشتراک اور تماثل ایک بدیہی حقیقت کی شکل میں سامنے آیا۔

مرزائیت اور یہودیت کا باہمی اشتراک

یہ باہمی ربط وتعلق کن مشترکہ مقاصد پر مبنی ہے، اسکے جاننے کیلئے ہمیں زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ انگریزی سامراج کی اسلام دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور صیہونی استعمار بھی مغرب کا آلہ کار بنکر مسلمان بالخصوص عربوں کیلئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ دونوں کے مقاصد اور وفاداریاں اسلام سے عداوت پاکستان دشمنی کا منطقی نتیجہ، قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی گہرے دوستانہ تعلقات کی شکل میں برآمد ہوا۔ عالم عرب کے بعد اگر اسرائیل اپنا سب سے بڑا دشمن کسی ملک کو سمجھتا تھا تو وہ پاکستان ہی تھا۔ اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان نے ۷ اگست ۱۹۶۷ء میں سراربون یونیورسٹی پیرس میں جو تقریر کی تھی وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ بن گوریان نے کہا:

> ''پاکستان دراصل ہمارا آئیڈیالوجیکل چیلنج ہے۔ بین الاقوامی صیہونی تحریک کو کسی طرح پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیئے اور نہ ہی پاکستان کے خطرہ سے غفلت کرنی چاہیئے۔''

آگے چل کر پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''لہذا ہمیں پاکستان کے خلاف جلد از جلد قدم اٹھانا چاہیئے۔ پاکستان کا فکری سرمایہ اور جنگی قوت ہمارے لئے آگے چل کر سخت مصیبت کا باعث بن سکتا

ہے۔ لٰہذا ہندوستان سے گہری دوستی ضروری ہے۔ بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد ونفرت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے جو ہندوستان، پاکستان کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی عناد ہمارا سرمایہ ہے۔ ہمیں پوری قوت سے بین الاقوامی دائروں کے ذریعے سے اور بڑی طاقتوں میں اپنے نفوذ سے کام لے کر ہندوستان کی مدد کرنے اور پاکستان پر بھرپور ضرب لگانے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ اور خفیہ منصوبوں کے تحت انجام دینا چاہیئے۔"

(یروشلم پوسٹ ۱۹راگست ۱۹۶۷ء از: روزنامہ نوائے وقت لاہور صفحہ ا مورخہ ۲۲رمئی ۱۹۷۲ء و ۳ردسمبر ۱۹۷۳ء)

بن گوریان نے پاکستان کے جس فکری سرمایہ اور جنگی قوت کا ذکر کیا ہے وہ کونسی چیز ہے اس کا جواب ہمیں مشہور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹر سے مل جاتا ہے وہ کہتے ہیں:

"پاکستانی فوج اپنے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں۔ یہ صورتحال عالمی یہودیت کے لئے شدید خطرہ رکھتی ہے اور اسرائیل کی توسیع میں حائل ہو رہی ہے۔ لٰہذا یہودیوں کو چاہیئے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے حبِ رسولؐ کا خاتمہ کریں۔"

(نوائے وقت ۲۲رمئی ۱۹۷۲ء صفحہ ۶ نیز جزائر برطانیہ میں صیہونی تنظیموں کا آرگن جیوئش کرانکل ۱۹راگست ۱۹۶۷ء)

بن گوریان کے بیان کے پس منظر میں یہ بات تعجب خیز ہو جاتی ہے کہ پاکستان سے اس شدت سے نفرت کرنے والے اسرائیل نے ایسی جماعت کو سینے سے کیوں لگائے رکھا جن کا ہیڈ کوارٹر یعنی پاکستان ہی ان کیلئے نظریاتی چیلنج ہے، ظاہر ہے پاکستانی فوج کے فکری اساس رسول عربی ﷺ سے غیر معمولی عشق اور جنگی قوت کا راز جذبۂ جہاد، ختم کرنے کیلئے جو جماعت نظریۂ انکار ختم نبوت اور

ممانعت جہاد کی علم بردار بن کر اٹھی تھی وہی پورے عالم اسلام اور پاکستان میں ان کی منظور نظر بن سکتی تھی واضح رہے کہ بہت جلد جب سامراجی طاقتوں اور صیہونیوں مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنی جذبات عناد نکالنے کا موقع ہاتھ آیا تو اسرائیلی وزیر خارجہ ابا ایبان نے نہ صرف اس تحریکِ علیحدگی کو سراہا بلکہ بروقت ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیشکش کی۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ج ۷ ش:۹ ص ۸ بحوالہ ماہنامہ فلسطین بیروت جنوری ۱۹۷۲ء)

اس تأثر کو موجودہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے جس میں اُنہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات ۱۹۷۰ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان میں آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔ آخر وہ روپیہ مرزائیوں کے ذریعہ نہیں تو کس ذریعہ سے آیا اور پاکستان کے وجود کے خلاف ''تل ابیب'' میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے ''الاہرام'' مصر کے ایڈیٹر حسنین ہیکل کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا، کیسے پروان چڑھی جبکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشنوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا۔

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صیہونیت کی آلہ کار نہ ہوتی اور عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کا کردار نہایت گھناؤنا نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھل سکتے۔ قادیانی اس بارہ میں ہزار مرتبہ تبلیغ ودعوت اسلام کے پردہ میں پناہ لینا چاہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جارہی ہے جنہوں نے صیہونیت کے خاطر اپنے بلاد اور اوطان کو خیر باد کہا اور تمام عصبیتوں کے تحت اسرائیل میں اکٹھے ہوئے یا ان بچے کچے مسلمان عربوں پر مشق تبلیغ کی جارہی ہے جو پہلے سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش ہیں اور صیہونیت کے مظالم سہہ رہے ہیں۔

اسرائیل نے ۶۵ء اور پھر ۷۳ء میں عربوں پر مغربی حلیفوں کی مدد سے بھرپور جارحانہ حملہ کیا ،جنگ چھڑی تو قادیانیوں کو اسرائیل سے باہمی روابط وتعلقات کے تقاضے پورا کرنے اور حق دوستی

ادا کرنے کا موقع ملا اور دونوں نے عالم اسلام کے خلاف جی بھر کر اپنی تمنائیں نکالیں۔ قادیانیوں کی وساطت سے عرب گوریلا اور چھاپہ مار تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کی جاتی رہیں ان تنظیموں میں مسلمان ہونے کے پردہ میں قادیانی اثر ورسوخ حاصل کر کے داخلی طور پر سبوتاژ کرتے رہے اور حالیہ عرب اسرائیل جنگوں میں وہ یہودیوں کے ایسے وفادار بنے جیسے کہ برطانوی دور میں انگریز کے اور یہ اس لئے بھی کہ عربوں کی زبردست تباہی کے بارے میں مرزا غلام احمد کا وہ خودساختہ الہام بھی پورا ہو جس میں عربوں کی تباہی کے بعد سلسلہ احمدیہ کی ترقی وعروج کی خبر ان الفاظ میں دی گئی جو درحقیقت الہام نہیں بلکہ الہام کے پردہ میں اپنے بیٹے کو آئندہ اسلام اور عرب دشمن سازشوں کی راہ دکھائی گئی تھی۔

> ''خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ...... ایک عالمگیر تباہی آوے گی۔ اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب! (مخاطب: پیر سراج الحق قادیانی) اُس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خُدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے تم اس موعود کو پہچان لینا۔''

(تذکرہ طبع دوم صفحہ ۷۹۹ بحوالہ تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص ۳)

علامہ اقبال نے ایسے ہی الہامات کے بارے میں کہا تھا:

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے   غارتگر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

خلافت عثمانیہ اور تُرکی

(قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ایڈورڈ میکلیگن لیفٹنٹ گورنر پنجاب

اخبار الفضل ۲۲ دسمبر ۱۹۰۹ جلد نمبر ۷ نمبر ۴۸)

''ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مذہباً ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اپنے مذہبی نقطہ خیال سے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو پیشوا سمجھیں جو مسیح موعود کا

جانشین ہو اور دنیاوی لحاظ سے اس کو اپنا بادشاہ اور سلطان یقین کریں، جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہیں۔ پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے بادشاہ حضور سلطان ملک معظم ہیں۔ سلطان ٹرکی ہرگز خلیفۃ المسلمین نہیں۔

قادیانی، صیغہ اُمورِ عامہ کا اعلان (۱)

'' اخبار لیڈر الہ آباد مجریہ ۲۱؍جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس بخدمت جناب وائے سرائے شائع کیا گیا ہے۔ فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے لکھا گیا ہے۔ ورنہ قادیان یا قادیان سے کوئی تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے ۔جو سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتا ہو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری سرگروہ غیر مبائع ہیں۔ لیکن وہ لفظ قادیانی کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ نہ اِس لئے کہ وہ قادیان کے باشندہ ہیں۔ اور نہ اس لئے کہ مرکز قادیان سے تعلق رکھتے ہیں...... لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قادیان سے تعلق رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہے۔''

(مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۷ نمبر ۶۱، ۱۶؍فروری ۱۹۲۰ء)

خلافت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے میں قادیانی انگریز کے شانہ بشانہ شریک رہے اس کا ایک اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو دمشق کے ایک مطبوعہ رسالہ ''القادیانیہ'' میں مرزائیوں کے سیاسی خط وخال اور استعماری فرائض ومناصب کی نشاندہی کے بعد

لکھا گیا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سالے ولی اللہ زین العابدین سلطنت عثمانیہ بھیجا وہاں پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جمال پاشا کی معرفت ۱۹۱۷ء میں قدس یونیورسٹی میں دینیات کا لیکچرر ہو گیا لیکن جب انگریزی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں تو ولی اللہ نے اپنا لبادہ اتارا اور انگریزی لشکر میں آ گیا اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے بھڑانے کی مہم کا انچارج رہا۔ عراقی اس سے واقف ہو گئے تو گورنمنٹ انڈیا نے ان کے ٹکے رہنے پر زور دیا لیکن عراقی حکومت نہ مانی تو بھاگ کر قادیان آ گیا اور ناظر امور عامہ بنا دیا گیا۔ (عجمی اسرائیل صفحہ ۲۷ بحوالہ القادیانیہ طبع دمشق)

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد رسالہ القادیانیہ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مسلمان عرب ریاست میں مرزائیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں بلکہ ان کے ایسے کارناموں کی بدولت پاکستان کو عربوں میں ہدف بنایا جاتا ہے۔ سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد مصطفیٰ کمال کے دور میں بھی مرزائیوں کی سازشیں جاری رہیں اور یہ روایت عام ہے کہ ترکی میں دو قادیانی مصطفیٰ صغیر کی ٹیم کا رکن بن کر گئے مصطفیٰ صغیر کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ قادیانی تھا اور مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے پر مامور ہوا تھا لیکن راز فاش ہونے پر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

افغانستان

گورنمنٹ افغانستان کے خلاف سازشی خطوط اور جہاد کے جذبہ کی مخالفت کا ذکر مدلل طور پر پہلے آ چکا ہے۔ مزید چند حقائق سنئے۔

جمعیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل

"جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے "لیگ عوام" سے پرزور اپیل کی ہے کہ حال میں پندرہ پولیس کانسٹیبلوں اور سپرنٹنڈنٹ کے روبرو دو احمدی مسلمانوں کو محض مذہبی اختلاف کیوجہ سے حکومت

کابل نے سنگ سار کردیا ہے اسلئے دربار افغانستان سے باز پرس کیلئے مداخلت کی جائے کم ازکم ایسی حکومت اس قابل نہیں کہ مہذب سلطنتوں کیساتھ ہمدردانہ تعلقات رکھنے کے قابل سمجھی جائے۔"

(الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۵، ۲۸ر فروری ۱۹۲۵ء)

امیر امان اللہ خاں نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی

میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل جلد ۶، ۲۷ر مئی ۱۹۱۹ء میں کہا:

"اس وقت (بعہد شاہ امان اللہ خاں) جو کابل نے انگریزوں کے ساتھ جنگ شروع کی ہے نادانی کی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں، کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے۔ لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لئے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے ...... اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے صداقت کے قیام کیلئے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں شامل ہوکر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کیلئے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمھارے ذریعہ سے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی مسیح موعود نے اطلاع دی۔"

جنگ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول امداد

"جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ کئی قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ ایک ڈبل کمپنی پیش کی بھرتی بوجہ جنگ ہونے کے رک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اسکے لئے نام

لکھوا چکے ہیں اور خود ہمارے سلسلے کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے"

افریقی ممالک میں استعماری اور صیہونی سرگرمیاں

افریقہ دنیا کا واحد براعظم ہے جہاں سے برٹش امپائر نے اپنا پنجۂ استبداد سب سے آخر میں اٹھایا اور آج تک کچھ علاقے برطانوی سامراجی اثرات کے تابع ہیں۔ مغربی افریقہ میں قادیانیوں نے ابتداء ہی میں برطانوی سامراج کے لئے اڈے قائم کئے اور ان کے لئے جاسوسی کی "دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام" مطبوعہ ۱۹۷۰ء میں مذکور ہے۔

"THE AHMADIYYA FIRST APPEARED ON THE WEST AFRICAN COAST DURING THE FIRST WORLD WAR, WHEN SEVERAL YOUNG MEN IN LAGUS AND FREE TOWN JOINED BY MAIL. IN 1921 THE FIRST INDIAN MISSIONARRY ARRIVID TOO UNORTHODOX TO GAIN A FOOTING IN THE MUSLIM INTERIOR THE AHMADIYYA REMAIN CONFINED PRINCIPALLY TO SOUTHERN NIGERIA, SOUTHERN GOLD COAST SIERRALEONE. IT STRENGTHENED THE RANKS OF THOSE MUSLIMS ACTIVELY LOYAL TO THE BRITISH, AND IT CONTRIBUTED TO THE MODERNIZATION OF ISLAMIC ORGANIZATION IN THE AREA."

(THE CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM VOl. 2nd EDITED BY HOLT, LOMBTON, AND LEWIS, CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS, 1970, P-400)

ترجمہ: "پہلی جنگ عظیم کے دوران احمدی فرقہ کے لوگ مغربی افریقہ کے ساحل تک پہنچے جہاں لاگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی ہندوستانی مشنری وہاں آئی۔ اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدہ کا پرچار نہیں

کر سکے لیکن ان کا ارادہ مسلم آبادی کے اندرونی علاقوں میں قدم جمانا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر جنوبی نائجیریا، جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سرگرم عمل رہے۔ ان لوگوں نے ان مسلمان دستوں کو مظبوط کیا کہ جو مملکت برطانیہ کے حد درجہ وفادار تھے۔ اور ان علاقوں میں اسلام کو جدید تقاضوں سے ہمکنار کرتے رہے۔"

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی ۱۹۲۱ء کے بعد زیادہ تر جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سمٹے رہے اور غلام ہندوستان کی طرح یہاں کے مسلمان کو برطانوی اطاعت اور عقیدہ جہاد کی ممانعت کی تبلیغ کر کے برطانیہ سے وفاداریوں کو مظبوط بنانے کی کوشش کی گئی، حال ہی میں قادیانیوں نے "افریقہ اسپیکس" کے نام سے مرزا ناصر احمد کے دورۂ افریقہ کی جو روئداد چھاپی ہے وہ افریقہ میں قادیانی ریشہ دوانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں یہ عبارت خاص طور پر قابل غور ہے۔

"ONE QF THE MAIN POINTS OF GHULAM AHMADS, HAS BEEN REJECTION OF "HOLY WARS" AND FORCIBLE CONVERSION."

(AFRICA SPEAKS' PAGE 93 PUBLISHED BY
MAJLIS NUSRAT JAHAN TEHRIK-E-JADID, RABWAH)

یعنی غلام احمد کے اہم معتقدات میں سے ایک مقدس اعتقاد جنگ (جہاد) کا انکار ہے آخر ماریشش ایک افریقی جزیرہ ہے ۱۹۶۷ء میں یہاں سے "دی مسلم اِن ماریشش" یعنی ماریشش میں مسلمان، جناب ممتاز عمریت، کی ایک کتاب شائع ہوئی جس کا دیباچہ ماریشش کے وزیر اعظم نے لکھا۔ کتاب میں فاضل مصنف نے بڑی محنت سے قادیانیوں کی ایک ایسی تخریبی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے جو مسلمان کے لئے تکالیف کا باعث بن رہی ہیں۔...... انہوں نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کے طرف سے دائر کردہ ایک مقدمہ کا ذکر کیا ہے۔ مسجد روز ہل کا یہ مقدمہ بقول مصنف کے تاریخ ماریشش کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے جس میں دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور ۱۹ر نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز ورڈ نے فیصلہ دیا کہ "مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ"

کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ان کی آمد برطانوی فوج کی شکل میں ان کے استعماری مقاصد ہی کے لئے ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے دو فوجی ماریشش پہنچے اُن میں سے ایک کا نام ''دین محمد'' اور دوسرے کا نام ''بابو اسماعیل خاں'' تھا۔ وہ سترہویں رائل انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۵ء تک یہ فوجی اپنی تبلیغی کارروائیاں (فوجی ہو کر تبلیغی کارروائیاں؟ قابل غور ہے) کرتے رہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''المنبر'' لائلپور جلد ۹ شمارہ ۲۲ صفحہ ۸،۷)

دو سال قبل افریقہ میں تبلیغ کے نام پر جو دو اسکیمیں ''نصرت جہاں ریزرو فنڈ'' اور ''آگے بڑھو'' جاری کی گئیں، اسکی داغ بیل لندن ہی میں رکھی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اکاؤنٹ کھلوایا۔

(الفضل ربوہ ۲۹ رجولائی ۱۹۷۲ء)

افریقہ میں اپنی کاکردگیوں کے بارہ میں قادیانی مبلغ برطانیہ میں مقیم ان کے ہائی کمشنروں سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ برطانوی وزارت خارجہ قادیانیوں کی تا تمام مشنوں کی حفاظت کرتی ہے۔

اور جب کچھ لوگ برطانوی وزارت خارجہ سے اس تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ برّ اعظم افریقہ میں قادیانیوں کے اکثر مشن برطانوی مقبوضات ہی میں کیوں ہیں اور برطانیہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور وہ دیگر مشنریوں سے زیادہ قادیانیوں پر مہربان ہے تو وزارت خارجہ نے جواب دیا کہ سلطنت کے مقاصد تبلیغ کے مقاصد سے مختلف ہیں۔ جواب واضح تھا کہ سامراجی طاقتیں اپنی نو آبادیات میں اپنے سیاسی مفاد اور مقاصد کو تبلیغی مقاصد پر ترجیح دیتی ہیں اور وہ کام عیسائی مبلغین سے نہیں مرزائی مشنوں سے ہی ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

افریقہ میں صیہونیت کا ہراول دستہ

برطانوی مفادات کے تحفظ کے علاوہ یہ قادیانی مشن افریقہ میں اسرائیل اور صیہونیت کے بھی سب سے مظبوط اور وفادار ہراول دستہ ہیں۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۱۳ر جولائی ۱۹۷۳ء سے ۲۶ر ستمبر ۱۹۷۳ء تک بیرونی ممالک کا جو دَورہ کیا اس کی غرض و غایت بھی قطعاً سیاسی تھی لندن مشن کے محمود ہال میں جو پوشیدہ سیاسی میٹنگ ہوئیں اُن کا مقصد افریقہ میں اسرائیل اور یورپی استعمار کے سیاسی مقاصد کی تکمیل تھی۔ (ماہنامہ الحق جلد ۹ شمارہ ۲ صفحہ ۲۵)

الفضل ربوہ یکم جولائی ۱۹۷۲ء نے لندن مشن کے پریس سکریٹری خواجہ نذیر احمد کی اطلاع کے مطابق مغربی افریقہ کے اُن ممالک کے اُن سفیروں سے ملاقات کی گئی جن کا مرزا ناصر احمد دورہ کر چکے ہیں۔ پریس سکریٹری لکھتے ہیں:

> ''مغربی افریقہ کے ان چھ ممالک کے سفرا کو اپنی مساعی اور خدمات سے روشناس کرانے کیلئے مکرم و محترم بشیر احمد خاں رفیق امام مسجد فضل لندن نے سہ رکنی وفد کی قیادت فرماتے ہوئے جسمیں مکرم چودہری ہدایت اللہ سنیئر سکریٹری سفارت خانہ پاکستان اور خاکسار خواجہ نذیر احمد پریس سکریٹری مسجد فضل لندن، ہز ایکسی لینسی ایچ دی ایچ سیکی ہائی کمشنر متعینہ لندن سے ملاقات کی۔''
>
> (الفضل ربوہ ۲۸ر جون ۱۹۷۲ء)

افریقہ میں ان سرگرمیوں کی وسعت کارکردگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تو عالمی صیہونی تنظیم (WZO) اور اس کی تمام ایجنسیاں اور اسرائیل کی ''جیوش ایجنسی'' کھل کر افریقہ میں قادیانیوں کو اپنی مذموم مقاصد کے آلہ کار بنانے کی خبریں عربوں کے لئے تشویش کا باعث بن چکی ہے۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد جن افریقی ممالک نے اسرائیل سے تعلقات توڑ لئے قادیانیوں نے ایسے ممالک کی مخالف حکومت تحریکوں کے ساتھ مل کر اُن پر سیاسی دباؤ ڈالا۔

لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ

افریقی ممالک میں ان مقاصد کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپئے کا سرمایہ کہاں سے فراہم ہوتا ہے؟ یہ ایک معمہ ہے جس نے عالم عرب کے مشہور مصنف علامہ محمد محمود الصواف کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ وہ اپنی ایک تازہ تصنیف " **المخططات الاستعماریه لمکافحة الاسلام** " کے صفحہ ۲۵۳ پر رقمطراز ہیں:

> **ولا تزال هذه الطائفة الكافرة تعيث في الارض فساداً وتسعىٰ جاهدةً لحرب ومكافحة الاسلام في كل ميدان خاصة في افريقيا ولقد وصلتني وسألة من يوغندا بافريقيا الشرقية ومعها كتاب "حمامة البشرىٰ" وهو من مؤلفات كذاب قاديان احمد المسيح الموعود والمهدى المعهود بزعمهم وقد وزع منه الكثير هناك وهو ملئ بالكفر والضلال .**
>
> **ورسالة التي وردتني من احد كبار الدعاة الاسلامين هناك يقول فيها: لقد دهانا ودهى الاسلام من القاديانية شئ عظيم لقد استفحل امرهم جداً ونشطوا كثيراً في دعايتهم وينفقون اموالاً لاتدخل تحت الحصر، ولاشك انها اموال الاستعمار والمبشرين بل بلغني نبأ يكاد يكون مؤكداً ان هناك جمعية تبشيرية قوية مركزها أديس أبا باعاصمة الحبشة وأن ميزانية هذه الجمعية ۳۵ مليون دولا وأنها متركزة لمحاربة الاسلام ."**

یہ کافر جماعت ہمیشہ ہمیشہ زمین میں فساد پھیلا کر اسلام کی مخالفت ہر میدان میں کرتی چلی آرہی ہے خاص کر افریقہ میں ان کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں مشرقی افریقہ یوگنڈہ سے ایک خط ملا جس کیساتھ مرزا غلام احمد کذاب کی جو اُن کے زعم میں مسیح اور مہدی موعود ہیں، کتاب حمامۃ البشریٰ بھی تھی جو وہاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی اور جو کفر اور گمراہی سے بھری پڑی ہے۔

یہ خط جو مجھ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے داعی اور رہنما نے لکھا تھا اس میں یہ کہا گیا:

''یہاں قادیانیوں کی روزافزوں سرگرمیاں ہمارے لئے اور اسلام کے لئے سخت تشویش کا باعث بن گئی ہیں، یہ لوگ یہاں اتنی دولت خرچ کرر ہے ہیں جو حساب سے باہر ہے اور بلا شبہ یہ مال ودولت سامراج اور اس کے مشنری اداروں ہی کا ہوسکتا ہے مجھے تو یہاں ثقہ اطلاع پہنچی ہے کہ وہاں حبشہ کے ادیس ابابا میں ان لوگوں کے ایک مظبوط مشن کا سالانہ بجٹ ۳۵ ملین ڈالر ہے اور یہ مشن اسلام دشمنی ہی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

علامہ ادیس ابابا حبشہ کے جس مشن کے ۳۵ ملیون ڈالروں (یعنی حساب سے ۳۵ کروڑ روپئے) کا ذکر کیا ہے معلوم نہیں پچھلے کئی سال سے حبشہ میں مسلمانوں کی حسرتناک تباہی اور بربادی میں اس کا کتنا حصّہ ہوگا؟ یہ راز کھل جائے تو جوبلی فنڈ سکیم کے لئے مرزا ناصر احمد کے ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی اپیل کے جواب میں نو کروڑ روپئے تک جمع ہونے کے امکان کی گتھی بھی سلجھ جائے جس کا مزدہ انہوں نے الفضل (ربوہ ۵ رمارچ ۱۹۷۴ء) میں اپنے پیروؤں کو سنایا ہے مذکورہ تفصیل پڑھ کر سوائے اسکے اور کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر افریقہ ابھی تک فرنگی شاطروں کے پنجہ استبداد سے مکمل طور پر نجات حاصل نہیں کرسکا اور وہ عالمی صیہونیت کی بھی آماجگاہ بنا ہوا ہے تو اور وجوہات کے علاوہ اسکی ایک وجہ اسلام اور عالم اسلام سے دیرینہ غداری کرنے والی مرزائیوں کی جماعت بھی ہے۔

مسلمانان برصغیر کی فلاح وبہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار

اب ہم برصغیر کے تحریک آزادی، مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی تحریکوں کے سلسلہ میں ابتداء سے لیکر ابتک مرزائیوں کے کردار، اُنکے خطرناک سیاسی عزائم اور سرگرمیوں کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔ انگریز کے دور حکمرانی میں برصغیر میں مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ جتنی بھی تحریکیں اٹھیں، مذکورہ تفصیلات سے بخوبی واضح ہوچکا کہ مرزائیوں نے نہ صرف انگریز کی خوشنودی کیلئے اسے نقصان پہنچایا، بلکہ ایسے

تمام موقعوں پر جہاد آزادی ہو یا کوئی اور تحریک، مرزائیوں کا کام انگریز کیلئے جاسوسی اور اُن کو خفیہ معلومات فراہم کرنا اور در پردہ استعماری مقاصد کیلئے ایسی تحریکوں کو غیر مؤثر بنانا تھا۔ جہاد اور انگریزی استعمار کے سلسلہ میں ہندو بیرون ہند اس جماعت کی سرگرمیاں سابقہ تفصیلات سے سامنے آچکی ہیں۔ یہ جاسوسی سرگرمیاں اگر عرب اور مسلم ممالک میں جاری رہیں، تو دوسری طرف مرزا صاحب نے جبکہ علماء حق نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جمعہ وغیرہ کے نام پر شوشے چھوڑ کر ایک اشتہار برطانوی افسرانکے پاس بھیجا اور انگریزی حکومت کو مشورہ دیا کہ مسئلہ جمعہ کے ذریعہ اس ملک کو دارالحرب قرار دینے والے نالائق، نام کے بدباطن، مسلمانوں کی شناخت ہو سکے گی۔ جمعہ جو عبادت کا مقدس دن تھا مرزا صاحب نے اسے کمال عیاری سے بقول ان کے انگریز گورنمنٹ کیلئے ایک سچے مخبر اور کھرے کھوٹے کے امتیاز کا ذریعہ بنا دیا۔

(تبلیغ رسالت جلد۵ صفحہ۸، فاروق پریس قادیان) ﴿مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ۲۲۳﴾

ایک دوسرے اشتہار ''قابل توجہ گورنمنٹ'' میں مرزا صاحب نے ایسے ایک جاسوسی کارنامے کا ذکر بڑے فخر سے کیا اور کہا:

''چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض سے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اس میں ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں''

آگے چل کر لکھا کہ:

''ہم نے اپنے محسن گونمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے ایسے شریر لوگوں کے نام ضبط کئے ہیں یہ نقشے ایک پولٹیکل راز کی طرح ہمارے پاس محفوظ ہیں''

آگے ایسے نقشے تیار کر کے بھیجنے کا ذکر ہے جس میں ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان ہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد۵ صفحہ۱۱) ﴿مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ۲۲۷﴾

مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لیے جد جہد کرنے والی تحریکات سے غداری کی ایک مثال انجمن اسلامیہ لاہور کے اس میمورنڈم سے لگائی جاسکتی ہے جو اس نے مسلمانوں کے معاشی اور تعلیمی ترقی، اُردو زبان کی ترویج وغیرہ مطالبات مرتب کروانے کے سلسلہ میں مشاہیر کو روانہ کیا۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کے ان مطالبات کی شدومد سے مخالفت کرتے اور ایسی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ انگریز کے دل میں نقش وفاداری جمانا چاہیئے اور کہا کہ انجمن اسلامیہ کو ایسے میمورنڈم پھیلانے کے بجائے برصغیر کے علماء سے ایسے فتویٰ حاصل کرنے چاہئیں جن میں مربی ومحسن سلطنت انگلشیہ سے جہاد کی صاف ممانعت ہو اور ان کو خطوط بھیج کر ان کی مہریں لگوا کر مکتوبات علماء ہند کے نام پھیلایا جائے۔ (اسلامی انجمن کی خدمت میں التماس، براہین احمدیہ حصہ سوم مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر) ﴿رخ، ج ۱ص ۱۳۹﴾

۱۹۰۶ء میں جب مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، اُس وقت اِس جماعت کا مقصد ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے معاشی حقوق کیلئے جدوجہد کرنا تھا، تو مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کہ اُس میں شرکت سے انکار کردیا بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ کل یہ جماعت انگریزوں کے خلاف بھی ہوسکتی ہے

(گورنمنٹ کی توجہ کے لائق۔ از مرزا غلام احمد اور سیرت مسیح موعود از مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۴۳، ۴۴)

یہی وطیرہ ان کے بعد اُن کے جانشینوں کا رہا۔ ۱۹۳۱ء میں کشمیر کمیٹی کا قیام اور بالآخر مرزا بشیر الدین محمود کی خفیہ سرگرمیوں سے اسکے شکست وریخت اور علامہ اقبال کا اس کمیٹی سے علیحدہ ہونا اور کمیٹی کو توڑ دینا جس کا ذکر آگے آرہا ہے یہ سب باتیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ علامہ اقبال کو وثوق سے یہاں تک معلوم ہوا کہ:

> "کشمیر کمیٹی کے صدر (مرزا بشیر الدین محمود) اور سکریٹری (عبدالرحیم) دونوں وائسرائے اور اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات بہم پہنچانے کا نیک کام بھی کرتے ہیں۔" (پنجاب کی سیاسی تحریکیں صفحہ ۲۱۰ عبداللہ ملک)

یہ جاسوسی سرگرمیاں مرزائی جماعت کے ''مقدس کام'' کا اتنا اہم حصہ ہے کہ نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کا جال تب سے لیکر ابتک بچھا ہوا ہے اور آج بھی مشرق سے لیکر مغرب تک ایشیاء افریقہ اور یورپ میں مرزائی مشن مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کیلئے انٹیلی جنس بیورو کا کام دے رہی ہے اِن سرگرمیوں اور اسکے مالی ذرائع وغیرہ کا مختصراً کچھ ذکر آئیگا۔ الغرض علامہ اقبال مرحوم کے الفاظ میں، مسلمانوں کی بیداری کی ایسی تمام کوششوں کی مخالفت اسلئے کی جاتی رہی کہ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی وقار کے بڑھ جانے سے انکا یہ مقصد فوت ہو جائیگا کہ رسول عربی کی امت میں قطع و برید کر کے ہندوستانی نبی کیلئے ایک جدید اُمت تیار کریں۔'' (حرف اقبال صفحہ ۱۴۱،۱۴۲)

مسلمانوں سے دینی، سماجی، معاشرتی ہر قسم کے تعلقات و روابط کو قطعی حرام قرار دینے والے مذہب میں برصغیر کیا سلامی اداروں اور انجمنوں سے تعاون اور اشتراک کی گنجائش بھی تھی۔ کسی مرزائی نے کہا جب مسیح موعود کا مقصد صرف اشاعت اسلام تھا تو ہمیں دیگر مسلمان تحریکوں اور تنظیموں سے تعاون کرنا چاہیئے۔ تو سید سرور شاہ قادیانی نے الفضل قادیان جلد۲ صفحہ ۷۲ مؤرخہ ۲۰ رجنوری ۱۹۱۵ء میں بڑی سختی سے اسکی ممانعت کی اور حلفاً کہا کہ مسیح موعود کا اپنی زندگی میں غیر احمدیوں سے کیا تعلق تھا۔ انہوں نے غیر احمدیوں سے کبھی چندہ مانگا ہر گز نہیں۔ اگر یہی احمدیت تھی تو اور لوگ جو حضرت مسیح کے زمانہ میں اشاعت اسلام کیلئے اٹھے تھے۔ ان کیلئے حضرت مسیح موعود کو خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا اور آپ انکی انجمنوں میں شریک ہوتے۔ انہیں چندہ دیتے مگر آپ نے کبھی اس طرح نہیں کیا...... کسی مسلمان یتیم اور بیوہ کے لئے چندہ کی تحریک پر میاں بشیر الدین محمود سے اجازت مانگی گئی تو کہا مسلمانوں کے ساتھ مل کر چندہ دینے کی ضرورت نہیں۔ (الفضل قادیان جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۔ ۷ر دسمبر ۱۹۲۲ء)

☆☆☆☆☆

اکھنڈ بھارت

ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس

سیاست کے تعلق سے قادیانیوں اور انگریزوں میں تو چولی دامن کا ساتھ تھا ہی لیکن جب جد جہد آزادی کے نتیجہ میں اور بین الاقوامی سیاست کی مدوجزر سے ہندوستان پر برطانوی استعمار کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو مرزا محمود نے جو اُس وقت مرزا غلام احمد کے خلیفہ ثانی بن چکے تھے کروٹ بدلی اور کانگریس کے ہمنوا بن گئے ۔۔ اِدھر ہندو سیاست اور ذہنیت بھی قادیانی تحریک کو سیاسی اعتبار سے مفید پا کر اور مسلمانوں کے اندر اسکی ففتھ کالمسٹ حیثیت سمجھ کر اس کی حمایت اور وکالت پر اتر آئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے جو اپنے آپ کو برملا سوشلسٹ اور دہریہ کہتے تھے ایک ایسی جماعت کی تائید کا بیڑا اٹھایا جو اپنے آپ کو خالص مسلمان مذہبی جماعت کہنے پر مصر تھی۔ نہرو جیسے زیرک انسان سے قادیانیوں کے در پردہ یہ سیاسی عزائم مخفی نہ رہ سکے اور اُنہوں نے دہریت مآبی کے باوجود ''ماڈرن ریویو کلکتہ'' میں اسلام اور احمد ازم کے عنوان سے لگا تار تین مضمون لکھے اور ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بحث تک کی نوبت آئی۔ یہ بحثیں رسالوں اور اخباروں میں شائع ہو چکی ہیں یہاں اُن کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اقبالؒ نے انہیں سمجھایا کہ یہ لوگ برطانوی استعماری عزائم اور منصوبوں کی بنا پر نہ مسلمانوں کے مفید مطلب ہو سکتے ہیں نہ آپ کے، تو تب انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اور جب نہرو پہلی مرتبہ انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈر کی حیثیت سے لندن گئے تو واپسی پر انہوں نے یہ تأثر ظاہر کیا کہ جب تک اس ملک میں قادیانی فعال ہیں انگریز کے خلاف جنگ آزادی کا کامیاب ہونا مشکل ہے۔ بہر

حال جبتک قادیانیت کا یہ استعماری پہلو پنڈت جواہر لال کی سمجھ میں نہ آیا، مسلمانوں میں مستقل پھوٹ ڈالنے کے لیے مطلوبہ صلاحیت پر پورے اترنے کے لیے ہندوؤں کی نگاہ انتخاب مسلمانوں میں سے مرزائیوں ہی پر رہی اور آج بھی قادیان کے رشتے اور اکھنڈ بھارت کے عقیدہ سے وہ انہیں جاسوسی اور تخریبی سرگرمیوں کے لیے آلۂ کار بنائے ہوئے ہیں۔ بہر حال جب قادیانی اور ہندوؤں دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت اور اہمیّت کا احساس ہوا اور آقائے برطانیہ کا بستر گول ہوتا ہوا محسوس ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے قادیان ہندو سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور بقول قادیانی اُمت کے لاہوری ترجمان پیغام صلح ۳ر جون ۱۹۳۹ء۔ جب ۲۹ر مئی ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لال نہرو لاہور آئے تو قادیانی امت نے اپنے خلیفہ مرزا البشیر الدین محمود کے زیر ہدایت اور چودھری ظفر اللہ کے بھائی چودھری اسد اللہ خاں ممبر پنجاب کونسل کے زیر قیادت اُن کا پُر جوش استقبال کیا اور اسکے بعد کانگریس قادیانی گٹھ جوڑ نے مستقل حیثیت اختیار کر لی۔

قادیان کو ارض حرم اور مکہ معظمہ کی چھاتیوں کے دودھ کو خشک بنا کر اور مسلمانوں کو تکفیر کے چھرے سے ذبح کرنے کی خوشی ہندوؤں سے بڑھ کر اور کسے ہو سکتی تھی اور جس طرح یہود نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر سماویہ کو قبلہ بنایا اُسی طرح قادیانیوں نے مکہ اور مدینہ سے مسلمانوں کا رخ قادیان کی طرف موڑنا چاہا تو اس مسجد ضرار کی تعمیر پر ہندو لیڈروں نے جی بھر کر اُنہیں داد دی۔ چنانچہ ڈاکٹر شنکر داس مشہور لیڈر کا بیان اس کے لیے کافی ہے اُنہوں نے بندے ماترم میں لکھا:

> ''ہندوستانی قوم پرستوں کو اگر کوئی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جس قدر احمدیت کی طرف راغب ہونگے اسی طرح قادیان کو مکہ تصور کرنے لگیں گے۔ مسلمانوں میں اگر عربی تہذیب اور جاپان اسلامزم کا خاتمہ کر سکتی ہے تو وہ یہی احمدی تحریک ہے جس طرح ایک ہندو کے مسلمان بن جانے پر اس کی شردھا (عقیدت) رام کرشن

، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر حضرت محمدؐ، قرآن مجید اور عرب کی بھومی (ارض حرم) پر منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور جہاں پہلے اس کیخلافت عرب میں تھی اب وہ قادیان میں آجاتی ہے۔

ایک احمدی خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی ہو روحانی شکتی حاصل کرنے کے لیے وہ اپنا منہ قادیان کی طرف کرتا ہے۔ پس کانگریس اور ہندو مسلمانوں سے کم از کم جو کچھ چاہتی ہے کہ اس ملک کا مسلمان اگر ہر دوار، نہیں تو قادیان کی جاترا کرے۔"

(گاندھی جی کا اخبار بندے ماترم ۲۲ر اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ قادیانی مذہب)

اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۲ صفحہ ۶۹ مؤرخہ ۲۱ر اپریل ۱۹۴۵ء کے ان الفاظ سے مزید وضاحت ہو سکتی ہے کہ:

"ہندو اخبارات اور پولٹیکل لیڈروں کے یہ خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کو وضاحت سے بتا رہے ہیں کہ گذشتہ دنوں قادیانی ہٹلر (مرزا بشیر الدین محمود) اور کانگریس کے جواہر (جواہر لال نہرو) میں جو چھینا چھٹوں (سرگوشیاں) ہو رہی تھیں وہ اس سمجھوتہ کے بنا پر تھی کہ محمود (خلیفہ قادیان) مسلمانوں کی اس قوت کو توڑنے کے لیے کیا کرے گا، اور کانگریس اسکے معاوضہ میں کیا دے گی۔"

قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب

قیام پاکستان سے قبل احمدیوں نے جس شد و مد سے آخر وقت تک قیام پاکستان کی مخالفت کی اس اندازہ اگلی چند عبارات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے اس سلسلہ میں اوّلاً تو انکی انتہائی کوشش رہی کہ انگریز کا سایہ عاطفت جسے وہ رحمت خداوندی سمجھتے ہیں کسی طرح بھی ہندوستان سے نہ ڈھلے اور جب

برٹش سامراج کا سورج ہندوستان میں غروب ہونے لگا تو انہوں نے بجائے کسی مسلم ریاست کے قیام کے یہ سوچا کہ..... مرزائی تحریک کو مسلمانوں کے اندر کام کے لیے جس بیس کی ضرورت ہے وہ کوئی ایسی ریاست ہو سکتی ہے جو یا تو قطعی طور پر غیر مسلم ہو یا پھر بصورت دیگر کم از کم اسلامی بھی نہ ہو، تا کہ مسلمان قوم ایک کافر حکومت کے پنجہ میں بے بس ہو کر ان کی شکار گاہ اور لقمہ تر بنی رہے اور یہ اس کافر یا لادینی حکومت کے پکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے رہیں ایک آزاد اور خود مختار مسلمان ریاست ان کے لیے بڑی سنگلاخ زمین ہے جہاں ان کے مساعی ارتداد مشکل سے برگ وبار لا سکتی ہے اس کا کچھ اندازہ ان تحریرات سے بھی لگایا جا سکتا ہے جس میں مرزا صاحب نے کہا:

۱۔ ''اگر ہم یہاں (سلطنت انگلشیہ) سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گذارہ ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔'' (ملفوظات احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

۲۔ میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

۳۔ یہ تو سوچو اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کیلئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ انکی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۸۴)

الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء میں مسلمانوں کے تین بڑی سلطنتوں ٹرکی، ایران اور افغانستان کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ کسی بھی اسلامی (یا اصول پسند غیر اسلامی) اسٹیٹ میں ہمیں اپنے مقاصد کی تکمیل کی کھلی چھٹی نہیں مل سکتی ایسے ممالک میں ہمارا حشر وہی ہو سکتا ہے جو ایران میں مرزا علی محمد باب اور سلطنت ٹرکی میں بہاء اللہ اور افغانستان میں مرزائی مبلغین کا ہوا۔

ایک صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود سے انگریزوں کی سلطنت سے ہمدردی اور اس کے لیے ہر طرح ظاہری و خفیہ تعاون کے بارے میں یہاں تک کہ جنگ میں اپنے لوگوں کو بھرتی کروا کر مدد

دینے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنے مسیح موعود کے حوالے سے کہا کہ جب تک جماعت احمدیہ حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں اس وقت تک ضروری ہے اس دیوار (انگریزوں کی حکومت) کو قائم رکھا جائے تاکہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں اور غیر مسلم بھی) کے قبضہ میں نہ چلا جائے جو احمدیت کے مفادات کیلئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔

(الفضل قادیان ۳ رجنوری ۱۹۴۵ء)

''یہ تھے قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب''

تقسیم ہند کے مسلمان مخالف

اس میں شک نہیں کہ احمدیوں کے علاوہ کچھ مسلمان بھی تحریک پاکستان سے متفق نہ تھے مگر مذکورہ عبارات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ مرزائیوں کی مخالفت اور بعض مسلمان عناصر کی مخالفت میں زمین و آسمان کا فرق تھا مؤخر الذکر یعنی کچھ مسلمانوں کی انفرادی مخالفت اُن کے صوابدید میں مسلمانوں کے مفاد ہی کی وجہ سے تھی وہ اپنی مخالفت کے اسباب اور وجوہات بیان کرتے ہوئے تقسیم کو مسلم مفاد کے حق میں نقصان رساں اور دوسرا فریق یعنی قیام پاکستان کے داعی حضرات اسے مفید سمجھتے تھے گویا دونوں کو مسلمانوں کے مفاد سے اتفاق تھا۔ طریق کار کا فرق تھا۔ یہ ایک سیاسی اختلاف تھا جو سیاسی بصیرت پر مبنی تھا۔

جنہوں نے مخالفت کی نہ تو وہ الہام کے مدعی تھے نہ کسی وحی کے نہ اُنہوں نے اسے مشیت الٰہی اور کسی نام نہاد نبی کی بعثت کا تقاضا سمجھ کر ایسا کیا۔ ان میں مذہباً اور عقیدتاً دونوں کو اسلامی نظام عدل وانصاف اور اسلامی خلافت راشدہ پر ایمان تھا۔ دونوں مسلمانوں ہی کے خاطر اپنے اپنے میدانوں میں سرگرم کار رہے اور بالآخر جب پاکستان بن گیا تو مخالفت کرنے والے مسلمان زعماء نے اس وقت سے لیکر اب تک اپنی ساری جدوجہد اس نوزائیدہ ریاست کے استحکام و سالمیت میں لگا دی

ہے۔مگر جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے اُنکا تصورِ اکھنڈ بھارت نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی عقیدہ بھی تھا۔ مرزا محمود کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کی بعثت کا تقاضا ہے۔اس طرح اکھنڈ بھارت کے تصور کو الہام اور مشیت ربانی کا درجہ دے کر ہر قادیانی کو مشیت الٰہی کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کا پابند کر دیا گیا۔اور جن لوگوں نے (اب تک) پاکستان کی سلمیت کی خاطر اکھنڈ بھارت نہ بننے دیا خواہ وہ قائداعظم تھے یا سیاسی زعماء عوام اور خواص ،مرزائیوں کے عقیدہ میں گویا سب نے مشیت الٰہی کے خلاف کام کیا۔

مرزائیوں کے ہاں اکھنڈ بھارت اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہوئے کسی بھی مسلمان ریاست کے مقابلہ میں غیر مسلم اسٹیٹ کو مفید مقصد سمجھتے تھے۔آج بھی وہ پاکستان کی شکل میں ایک مسلم ریاست جس کا جغرافیائی حدود اربعہ بھی محدود ہے کے مقابلہ میں سیکولر اکھنڈ بھارت کو اپنے لیے مضبوط اور مفید سمجھتے ہیں اب کہ ان کے لیے مرزا غلام احمد کی بعض پیشگوئیوں نے اِس تصور کو تقدس کا جامہ بھی پہنا دیا ہے۔

کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش

چنانچہ ۳/اپریل ۱۹۴۷ء کو چودھری ظفر اللہ خاں کے بھتیجے کے نکاح کے موقع پر سابق خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا اور اس رؤیا (خواب) کی تعبیر اور اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد کی پیشینگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے چودھری ظفر اللہ خاں کی موجودگی میں کہا:

''حضور نے فرمایا حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے اُن پیشینگوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بعثت سے وابسطہ ہے غور کیا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہیئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہیئے۔''

حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان جیسی مظبوط بیس جس قوم کو مل جائے اسکی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اُس نے احمدیت کے لیے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جواڈالنا چاہتا ہے اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر وشکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں بیشک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اسکے نتائج بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ چنانچہ اس رؤیا میں اس طرف اشارہ ہے ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جُدا جُدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں۔"

(روزنامہ الفضل قادیان ۵/اپریل ۱۹۴۷ء)

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی رکھنا پڑے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔"

(میاں محمود خلیفہ ربوہ الفضل ۱۷/مئی ۱۹۴۷ء)

ویٹیکن اسٹیٹ کا مطالبہ

پاکستان کی حد بندی کے موقع پر غداری

جماعت احمدیہ تقسیم کی مخالف تھی لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہو گیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع جس میں قادیان کا قصبہ واقع تھا پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دنوں بھارت اور پاکستان کی حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے دونوں اپنے اپنے دعویٰ اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا ایک الگ محضر نامہ پیش کیا اور اپنے لیے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ موقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو ویٹیکن سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ اس محضر نامہ میں انہوں نے اپنی تعداد، اپنے علیحدہ مذہب، اپنے فوجی اور سول ملازمین کی کیفیت اور دوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیوں کا ویٹیکن اسٹیٹ کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا، البتہ باؤنڈری کمیشن نے احمدیوں کے میمورنڈم سے یہ فائدہ حاصل کر لیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دیدیا۔

چنانچہ سید میر نور احمد سابق ڈائرکٹر تعلیمات عامہ اپنی یادداشتوں "مارشل لاء سے مارشل لاء تک" میں اس واقعہ کو یوں تحریر کرتے ہیں۔

"لیکن اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایوارڈ پر ایک مرتبہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروز پور کے متعلق جس میں ۱۹/اگست اور ۱۷/اگست کے درمیان عرصہ

میں ردوبدل کیا گیا اور ریڈکلف سے ترمیم شدہ ایوارڈ حاصل کیا گیا۔

کیا ضلع گورداسپور کی تقسیم اس ایوارڈ میں شامل تھی جس پر ریڈکلف نے ۸/اگست کو دستخط کئے تھے یا ایوارڈ کے اس حصے میں بھی ماؤنٹ بیٹن نے ترمیم کرائی۔ افواہ یہی ہے اور ضلع فیروز پور والی فائل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر ایوارڈ کے ایک حصہ میں ردوبدل ہوسکتا تھا تو دوسرے حصوں کے متعلق بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب حد بندی کمیشن کے مسلمان ممبروں کا تأثر ریڈکلف کے ساتھ آخری گفتگو کے بعد یہی تھا کہ گورداسپور جو بہر حال مسلم اکثریت کا ضلع تھا قطعی طور پر پاکستان کے حصے میں آرہا ہے لیکن جب ایوارڈ کا اعلان ہوا تو نہ ضلع فیروز پور کی تحصیلیں پاکستان میں آئیں اور نہ ضلع گورداسپور (ماسوائے تحصیل شکرگڈھ) پاکستان کا حصہ بنا۔ کمیشن کے سامنے وکلاء کی بحث کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کمیشن کے سامنے کشمیر کے نقطہ نگاہ سے ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹھان کوٹ کی اہمیت کا کوئی ذکر آیا تھا یا نہیں غالباً نہیں آیا تھا۔ کیونکہ یہ پہلو کمیشن کے نقطہ نگاہ سے قطعاً غیر متعلق تھا۔ ممکن ہے ریڈکلف کو اس نقطے کا کوئی علم ہی نہ تھا، لیکن ماؤنٹ بیٹن کو معلوم تھا کہ تحصیل پٹھان کوٹ کے اِدھر اُدھر ہونے سے کن امکانات کے راستے کھل سکتے ہیں۔ اور جس طرح وہ کانگریس کے حق میں ہر قسم کی بے ایمانی کرنے پر اتر آیا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ ریڈکلف عواقب اور نتائج کو پوری طرح سمجھا ہی نہ ہو اور اس پاکستان دشمنی کی سازش میں کردار عظیم ماؤنٹ بیٹن نے ادا کیا ہو۔ ضلع گورداسپور کے سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے اس کے متعلق چودھری ظفر اللہ خاں جو مسلم لیگ کی وکالت کررہے تھے خود بھی ایک افسوسناک حرکت کرچکے ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ عام

مسلمانوں سے (جنکی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ بے شک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کرے گی لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عددی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا اگر جماعت احمدیہ یہ حرکت نہ کرتی تب بھی ضلع گورداسپور کے متعلق شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا۔ لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی''۔ (روزنامہ مشرق ۳رفروری ۱۹۶۴ء)

اب اس سلسلہ میں خود حد بندی کمیشن کے ایک ممبر جسٹس محمد منیر کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اب ضلع گورداسپور کی طرف آیئے کیا یہ مسلم اکثریت کا علاقہ نہیں تھا۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ضلع میں مسلم اکثریت بہت معمولی تھی لیکن پٹھان کوٹ تحصیل اگر بھارت میں شامل کردی جاتی تو باقی اضلاع میں مسلم اکثریت کا تناسب خود بخود بڑھ جاتا۔ مزید برآں مسلم اکثریت کی تحصیل شکرگڑھ کو تقسیم کرنے کی مجبوری کیوں پیش آئی اگر اس تحصیل کو تقسیم کرنا ضروری تھا تو دریائے راوی کی قدرتی سرحد یا اسکے ایک معاون نالے کو کیوں نہ قبول کیا گیا بلکہ اس مقام سے اس نالے کے مغربی کنارے کو سرحد قرار دیا گیا جہاں یہ نالہ ریاست کشمیر سے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ کیا گورداسپور کو اسلئے بھارت میں شامل کیا گیا کہ اس وقت بھی بھارت کو کشمیر سے منسلک رکھنے کا عزم وارادہ تھا۔

اس ضمن میں میں ایک بہت ناگوار واقعہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں میرے لیے یہ بات ہمیشہ ناقابل فہم رہی ہے کہ احمدیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اہتمام کیا۔ اگر احمدیوں کو مسلم لیگ کے موقف سے اتفاق نہ ہوتا تو ان کی

طرف سے علاحدہ نمائندگی کی ضرورت ایک افسوس ناک امکان کے طور پر سمجھ میں آسکتی تھی۔ شاید وہ علیحدہ ترجمانی سے مسلم لیگ کے موقف کو تقویت پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے لیے حقائق اور اعداد و شمار پیش کیے اس طرح احمدیوں نے یہ پہلو اہم بنا دیا کہ نالہ بھین اور نالہ بسنتر کے درمیانی علاقہ میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اور اس دعوے کے لیے دلیل میسر کر دی کہ اگر نالہ اُجھ اور نالہ بھین کا درمیانی علاقہ بھارت کے حصہ میں آیا تو نالہ بھین اور نالہ بسنتر کا درمیانی علاقہ از خود بھارت کے حصہ میں آجائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاقہ ہمارے (پاکستان کے) حصہ میں آگیا ہے۔ لیکن گورداسپور کے متعلق احمدیوں نے اس وقت سے ہمارے لیے سخت مخمصہ پیدا کر دیا۔" (روزنامہ نوائے وقت ۷ر جولائی ۱۹۶۴ء)

اس معاملہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایک طرف قادیانی ریڈکلف کمیشن کو الگ سٹیٹ کا میمورنڈم دے رہے تھے اور دوسری طرف وہی چودھری ظفر اللہ خاں کمیشن کے سامنے پاکستانی کیس کی وکالت کر رہے تھے جو بقول ان کے اپنی جماعت کے اس خلیفہ کو مطاع مطلق کہتے تھے۔ جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اکھنڈ بھارت اللہ کی مشیت اور مسیح موعود کی بعثت کا تقاضہ ہے۔ ایک ایسے شخص کو پاکستانی وکالت سپرد کر دینا جس کی ضمیر ہی پاکستان کی حمایت گوارہ نہ کر سکے نادانی نہیں تو اور کیا تھا اور خود چودھری ظفر اللہ کا ایسے در پردہ خیالات و مقاصد کے ہوتے ہوئے پاکستانی کیس کو ہاتھ میں لینا منافقت نہیں تو اور کیا تھا۔ بہرحال اِدھر چودھری صاحب ریڈکلف کے سامنے پاکستانی کیس لڑ رہے تھے اِدھر ان کے امیر اور مطاع مطلق مرزا محمود احمد نے علیحدہ میمورنڈم پیش کر دیا۔ اس طرح یہ دو دھاری تلوار کی جنگ گورداسپور ضلع کی تین تحصیلوں کو پاکستان سے کاٹ کر بھارت جانے پر ختم ہوئی۔ اور کشمیر کو پاکستان سے کاٹ دینے کی راہ بھی ہموار کر دی گئی۔

سیاسی عزائم اور منصوبے

ملک دشمن سیاسی سرگرمیاں

اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ بظاہر ایک خالص مذہبی جماعت کہلانے والی تنظیم اور تحریک کے سیاسی عزائم اور مساعی کیا ہیں۔

مرزائی حضرات بیک وقت کئی کھیل کھیلتے ہیں ایک طرف مذہب اور اس کی تبلیغ کی آڑ لیکر ایک خالص مذہبی جماعت ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں دوسری طرف انکے سیاسی عزائم اور منصوبے نہایت شدت سے اور منظم طریقے سے جاری رہتے ہیں۔ اور اگر کہیں مسلمانوں کی اکثریت انکے سیاسی مشاغل اور ارادوں کا محاسبہ کرے تو ایک مظلوم مذہبی اقلیت کا رونا رو کر عالمی ضمیر کو معاونت کیلئے پکارا جاتا ہے۔ حالیہ واقعات میں لندن میں بیٹھ کر چودھری ظفر اللہ خاں کا واویلا اور اس کے جواب میں مغربی دنیا کی چیخ و پکار اسی تکنیک کی واضح مثال ہے۔

مذہبی نہیں سیاسی تنظیم

مذہب اور سیاست کے اس دوطرفہ ناٹک میں اصل حقیقت نگاہوں سے مستور ہو جاتی ہے اور حقائق سے بیخبر دنیا سمجھتی ہے کہ واقعی پاکستان کے ''مذہبی جنونی'' ایک بے ضرر چھوٹی سی اقلیت کو کچلنا چاہتے ہیں لیکن واقعات اور حقائق کیا ہیں اس کا اندازہ حسب ذیل چند حوالوں اور پاکستانی سیاست میں اس جماعت کے عملی کردار سے لگانا چاہئیے، مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۲۲ء میں خطبہ جمعہ کے دوران کہا تھا:

''نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہیے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔''

(الفضل ۲۷/فروری ۲۹ مارچ /۱۹۲۲ء)

اس سے پہلے ۱۴/فروری ۱۹۲۲ء کو ''الفضل'' میں خلیفہ محمود احمد کی یہ تقریر شائع ہوئی۔

''ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

۱۹۳۵ء میں کہا کہ:

''اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔'' (الفضل ۸/جولائی ۱۹۳۵ء)

۱۹۴۵ء میں انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کا اظہار اس طرح کیا کہ:

''جب تک جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (انگریزی حکومت) کو قائم رکھا جائے۔''

(الفضل قادیان ۳/جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۹۴۵ء کے بعد حصول اقتدار کے یہ ارادے تحریروں میں عام طور پر پائے جانے لگے۔
جسٹس منیر نے بھی اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ:

''۱۹۴۵ء سے لیکر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کے جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب صفحہ ۲۰۹)

اس سیاسی عزائم سے مزید پردہ ۱۹۶۵ء میں لندن میں منعقد ہونے والی جماعت احمدیہ کے پہلے یورپی کنونشن سے اٹھ جاتا ہے جس کا افتتاح سر ظفر اللہ نے کیا۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۴/اگست ۱۹۶۵ء جلد ۷ شمارہ ۳۰۹ فرسٹ ایڈیشن میں خبر دی گئی ہے کہ:

(لندن ۳/اگست نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے

لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے جن میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز ہیگ کے بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خاں نے کیا یہ کنونشن ۷/اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف ۷۵ ممالک میں اپنے مشن قائم کر لیے ہیں برطانیہ میں جماعت کے ۱۸ مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسر اقتدار آ جائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے ساہو کاری اور سود پر پابندی لگا دی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔''

اس خبر کے خط کشیدہ الفاظ میں احمدی جماعت کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں مجوزہ اصلاحات کا ذکر ہے کیا کوئی غیر سیاسی جماعت اس قسم کے امکانات اور اصلاحات پر غور کر سکتی ہے؟

پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ

مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء کے شروع میں یہ اعلان کرا دیا تھا کہ:

''اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۵۲ء میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں (آگے چل کر کہا) ۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے جب احمدیت کا رعب دشمن اس جنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔'' (الفضل ۱۶/جنوری ۱۹۵۲ء)

واضح رہے کہ یہ اعلان ربوہ میں قادیانی فرقہ کے سیاسی فوجی اور کلیدی ملازمتوں پر فائز اہم عہدیداروں کے اہم اجتماع اور مشورے کے بعد کرایا گیا تھا اور ابھی ۱۵/ماہ گزرنے نہ پائے تھے کہ اس اعلان انقلاب کی ایک صورت فسادات پنجاب ۵۳ء کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

اس سلسلہ میں موجودہ امام مرزا ناصر احمد کے اعلانات دس ہزار گھوڑوں کی تیاری اور اس

طرح کے کئی منصوبے اس کثرت سے انکے اخبارات میں آتے رہے ہیں کہ سب پر عیاں ہیں۔

سیاسی عزائم کی یہ ایک معمولی سی جھلک تھی اور قیام پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں کے حصول اقتدار کا رجحان ابھر کر بڑی شدت سے حسب ذیل صورتوں میں سامنے آنے لگا۔

(۱) کسی نہ کسی طرح پورے ملک میں سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔

(۲) بصورت دیگر کم از کم ایک صوبہ یا علاقہ کو قادیانی اسٹیٹ کی حیثیت دی جائے۔

(۳) ملک کی داخلی اور بیرونی تمام اہم شعبوں، وسائل اور ذرائع کو اپنے عزائم کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔

(۴) تمام کلیدی مناصب پر قبضہ کیا جائے۔

سر ظفر اللہ خاں کا کردار

اس پروگرام اور سیاسی عزائم کے حصول کا آغاز چودھری ظفر اللہ خاں نے اپنے دور وزارت میں بڑے زور وشور سے کیا۔ چودھری صاحب بڑے فخر سے کہا کرتے کہ وہ چین جائیں یا امریکہ ہر جگہ مرزائیت کی تبلیغ کریں گے۔ وہ اپنی جماعت کے امیر کو مطاع مطلق سمجھتے تھے۔ وہ نہ صرف احمدیت کو خدا کا لگایا ہوا پودا سمجھتے تھے بلکہ یہ بھی کہ مرزا غلام احمد کے وجود کو نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ایسے خیالات کا اظہار وہ نہ صرف نجی مجالس بلکہ سرکاری ملازم ہوتے ہوئے احمدیت کے تبلیغی اجتماعات میں بھی برملا کیا کرتے تھے۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۳۱ رمئی ۱۹۵۲ء کراچی کے احمدی اجتماع کی تقریر)

پاکستان بننے کے بعد ایسے شخص کو جب وزارت خارجہ جیسا اہم عہدہ دیا گیا جس کی نگرانی میں تمام دنیا میں سفارت خانوں کا قیام اور پاکستان سے روابط قائم کرانے کا کام بھی تھا تو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس وقت کے وزیر اعظم کو لکھا کہ اگر کلیدی مناصب پر ایسے لوگوں کو فائز کرنے کا یہ تلخ گھونٹ آج گلے سے اتار لیا گیا تو آئندہ زہر کا پیالہ پینے کو تیار رہنا چاہئے۔

مگر یہ نصیحت بوجوہ کارگر نہ ہوسکی اور ہمیں زہر کا ایک پیالہ نہیں کئی کئی پیالہ پینے پڑے۔ چودھری صاحب موصوف تقسیم سے پہلے بھی اپنی سرکاری پوزیشن سے سراسر ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانی مفادات کے لیے کام کرتے رہے مگر تقسیم کے بعد اس میں بڑھ چڑھ کر اضافہ کر دیا۔ وزارت خارجہ کے سہارے سے انہوں نے غیر ممالک میں قادیانی تحریک کو تقویت پہنچائی اور اُس وقت سے لے کر اب تک یہ لوگ پاکستان کے سفارتی ذرائع سے اپنے باطل تبلیغ کے نام پر عالم اسلام کے خلاف سیاسی، جاسوسی اور سامراجی مفاد حاصل کر رہے ہیں۔ ایسے قادیانی حاشیہ برداروں نے ملکی ذرمبادلہ اتنی بے دردی سے ضائع کیا کہ جب بھی اس طرح کی خبریں آئیں مسلمانوں میں تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑی اور قومی اسمبلی تک میں اس بارہ میں آوازیں اٹھائی گئیں۔

۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کی افسوسناک صورتحال ایسے مطالبات ہی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی جس میں سوادِ اعظم نے دیگر مطالبوں کے علاوہ سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کا کلیدی مناصب سے علیٰحدگی پر زور دیا تھا مگر ہم انکے بیرونی آقاؤں اور مغربی سامراج کے ہاتھوں اتنے بے بس ہو چکے تھے کہ سینکڑوں مسلمانوں کی شہادت کے بعد بھی اُس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے سر ظفر اللہ کی علیٰحدگی کے بارہ میں یہ قطعی رائے ظاہر کی کہ وہ اِس مہم میں کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔

وزارت خارجہ جیسے اہم منصب پر فائز یہی شخص تھا جس کے افسوسناک کردار کا ایک رخ حال ہی میں لندن میں ان کے پریس کانفرنس مؤرخہ ۵ رجون ۱۹۷۴ء کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ پریس کانفرنس پاکستانی اخبارات میں آچکی ہے۔ مغربی پریس، بی بی سی، اور آکاشوانی نے اس پریس کانفرنس کے عنوان سے اُسی پروپیگنڈہ کی مہم چلائی جس قسم کی مہم المیہ مشرقی پاکستان سے پہلے چلائی گئی تھی۔

بہر حال یہ ایک مثال تھی اِس بات کی کہ کلیدی مناصب پر فائز ہونے کی شکل میں ان لوگوں کے ہاتھوں ملک وملت کے مفادات کو کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

تمام محکموں اور کلیدی مناصب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ

مرزائیوں کے ذہن میں کلیدی مناصب کی یہی مہم اور نازک پوزیشن پہلے سے موجود ہے اور ان کی تحریرات، اعلانات اور سرکاری محکموں پر منظم قبضہ کرنے کے پروگرام کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔

مرزا محمود نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

> ''جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں ان سے پوری طرح کام نہیں لے سکتے۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں سے فوج ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، فائنس ہے، کسٹمز ہے انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جنکے ذریعہ سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اسکے نتیجہ میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔

(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ اخبار الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۵۲ء)

کلیدی مناصب کی اہمیت اور مطالبۂ علیحدگی کے دلائل

اس واضح پروگرام اور منصوبوں کو دیکھ کر سرکاری محکموں میں مرزائیوں کا اپنی آبادی سے بدرجہا بڑھ کر قبضہ کرنے پر مسلمان بجا طور بیچین ہیں اُن کی سابقہ روش کو دیکھ کر اگر وہ یہ مطالبہ کرتے کہ آئندہ دس سال میں مُلک کے ہر محکمے میں کسی بھی مرزائی کی بھرتی بند کردی جائے تب بھی یہ مطالبہ عین قرین انصاف تھا۔ مگر مسلمان اس سے کم تر مطالبہ یعنی قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹانے پر اکتفاء

کئے ہوئے ہیں جس کی معقولیت کی بنا صرف یہ مذہبی نظریہ نہیں کہ کسی اسلامی اسٹیٹ میں قرآن وسنت کی واضح ہدایات کی بنا پر کسی بھی غیر مسلم کو کلیدی مناصب پر مامور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے علاوہ یہ مطالبہ اس لیے کیا جارہا ہے کہ:

(۱) یہ لوگ پچھلے انگریزی دور میں مسلمانوں کی غفلت اور انگریزوں کی غیر معمولی عنایات سے ناجائز فائدہ اٹھاکر مسلمانوں کے نام پر مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹہ کا استحصال کرتے آئے ہیں۔

(۲) قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں کی غفلت یا بے حسی سے فائدہ اٹھاکر اس معمولی اقلیت نے شرح آبادی کے تناسب سے بدر جہازیادہ ملازمتوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

(۳) اس گروہ سے تعلق رکھنے والے اہم مناصب پر فائز افراد نے اپنے ہم مذہبوں کو بھرتی کر کر کے اور اپنے ماتحت اکثریتی طبقہ مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھائی۔

(۴) اس کے نتیجہ میں ملک کے تمام اہم شعبوں فوجی، صنعتی، معاشی، اقتصادی، انتظامیہ، مالیات، منصوبہ بندی، ذرائع ابلاغ وغیرہ پر انہیں اجارہ داری حاصل ہوگئی اور ملک کی قسمت کا فیصلہ ایک مٹھی بھر غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

(۵) اس گروہ کے سرکردہ افراد نے اپنے دائرہ اثر میں اپنے عہدہ اور منصب کو قادیانیت کی تبلیغ واشاعت کیلئے استعمال کیا اور انہیں ہدایات پر عمل کیا جو انکے امام اور خلیفہ نے ۱۹۵۲ء میں انہیں دی تھیں اور کہا تھا کہ ”مرزائی ملازمین اپنے محکموں میں منظم صورت میں مرزائیت کی تبلیغ کریں“۔ (الفضل ۱۱رجنوری ۵۲ءصفحہ ۴)

(۶) کلیدی مناصب پر فائز مرزائیوں کے ذمہ دار افراد ملک وملت کے مفادات سے غداری کے مرتکب ہوتے رہے۔ اس سلسلہ میں ایئر مارشل ظفر چودھری اور کئی دوسرے جرنلوں کا کردار قوم اور حکومت کے سامنے آچکا ہے۔ بنگلہ دیش اور پاک بھارت جنگ کے سلسلہ میں ان لوگوں کا کردار موضوع خاص وعام ہے۔

ان چند وجوہات کی بنا پر مرزائیوں کا کلیدی مناصب پر برقرار رہنا صرف مذہبی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ملک کی اکثریت کے معاشی، سماجی، سیاسی معاشرتی مفادات کے تحفظ اور ملک وملت کی سا لمیت کا بھی تقاضا ہے۔

متوازی نظام حکومت

پاکستان بننے کے بعد احمدی جماعت کی سیاسی تنظیم نے حکومت پاکستان کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام حکومت قائم کرلیا ہے۔ ربوہ کے مقام پر خالص احمدیوں کی بستی آباد کر کے اس نظام حکومت کا مرکز بنالیا گیا۔ جماعت کا لیڈر ''امیر المؤمنین'' کہلاتا ہے جو مسلمانوں کے فرمانروا کا معیّن شدہ لقب ہے۔ اس میر المؤمنین کے ماتحت ربوہ میں مرزائی اسٹیٹ کی نظارتیں باقاعدہ قائم ہیں۔ نظارت امور داخلہ ہے، نظارت نشر واشاعت ہے، نظارت امور عامہ ہے، نظارت امور مذہبی ہے۔ یہ نظارتیں کسی ریاست یا سلطنت کے نظام کے شعبوں کی طرح کام کررہی ہیں۔ اس نظام حکومت نے خدام الاحمدیہ کے نام سے ایک فوجی نظام بھی بنا رکھا ہے۔ خدام الاحمدیہ میں ''فرقان بٹالین'' کے سابق سپاہی اور افسر شامل ہیں۔ احمدی لیڈروں کو یقین ہے کہ اب ان کے لیے پاکستان کا حکمراں بن جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ سابقہ خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے سالانہ جلسہ میں اعلان کیا تھا ''ہم فتح یاب ہونگے اور تم مجرموں کے طور پر ہمارے سامنے پیش ہوگے اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا''

بلوچستان پر قبضہ کا منصوبہ

ابھی قیام پاکستان کو ایک برس بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانی خلیفہ نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو ۱۳راگست کے الفضل میں ان الفاظ میں شائع ہوا۔

''برٹش بلوچستان جو اب پاکی بلوچستان ہے کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل

ہے۔ دنیا میں ایسے افراد کی قیمت ہوتی ہے یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے۔ وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لیے ممبر منتخب کرتے ہیں یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لیے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۵،۶، لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملالیا جائے تو اسکی آبادی ۱۱ر لاکھ ہے لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے اس لیے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آبادی کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یادرکھو تبلیغ اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک ہماری BASE مظبوط نہ ہو۔ پہلے BASE مظبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی BASE مظبوط کرلو کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس بنالو کسی ملک میں ہی بنالو۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑا آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔"

کشمیر

مرزائی حضرات جس قادیانی ریاست کا خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر کے لیے انہوں نے ابتداء ہی سے کشمیر کو بھی مناسب حال سمجھا۔ اس دلچسپی کی بعض وجوہات کو تاریخ احمدیت کے مؤلف دوست محمد شاہد نے کتاب کی جلد ششم صفحہ ۳۴۵ تا ۳۷۹ میں ذکر بھی کیا ہے۔

(الف) قادیان ریاست جموں وکشمیر کا ہم آغوش ہے جو ان کے "پیغمبر" کا مولد دارالامان اور مکہ مدینہ کا ہم پلہ بلکہ ان سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

(الفضل ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۲ء تقریر مرزا محمود و حقیقۃ الرؤیا صفحہ ۴۶ از مرزا محمود)

اور قادیان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیشینگوئی کے مطابق قادیان قادیانیوں کو ضرور ملے گا۔ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو ابتدائی نصاب میں یہی بات راسخ کرتے رہتے

ہیں کہ:

”قادیان سے ہجرت کی حالت عارضی ہوگی آخر ایک وقت آئیگا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا“

(راہ ایمان صفحہ ۹۸۔ بچوں کی ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ)

قادیان اور جموں کشمیر کے جغرافیائی اتصال کو برقرار رکھنے کی کوششوں سے باؤنڈری کمیشن کو احمدی میمورنڈم کی وجہ سے ضلع گورداسپور کو کاٹنے کی راہ مل گئی۔

(ب) قادیانیوں کا زعم ہے کہ کشمیر میں قادیانی اثرات پہلے سے زیادہ ہیں۔ مرزا محمود کے بقول وہاں اسی ہزار احمدی ہیں۔

(ج) کشمیر ان کے مسیح موعود کے بقول مسیح اول (حضرت عیسیٰ) کا مدفن ہے اور مسیح ثانی کے پیروکاروں کی بڑی تعداد وہاں آباد ہے اور جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہو وہاں کی حکمرانی کا حق صرف قادیانیوں کو مل سکتا ہے۔

(د) مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب امام الدین کو کشمیر بطور گورنر بھیجا تو مرزا غلام احمد کے والد بھی ان کے ساتھ تھے۔

(ہ) مرزا غلام احمد کے خلیفہ اول حکیم نور الدین جو خلیفہ ثانی مرزا محمود کے استاد اور خسر تھے مدتوں ہی کشمیر میں رہے۔ بہر حال جس طرح بلوچستان پر اُن کی نظر افرادی آبادی کی قلت کی وجہ سے پڑی تو کشمیر پر ہر دور میں ان کی نظر کسی عام انسانی ہمدردی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ شخصی اور عصبیتی مفادات کی وجہ سے پڑتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں کشمیر کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی پہلی سازش ۱۹۳۰ء میں برطانوی آقاؤں کے اشارے پر کی گئی، مرزا بشیر الدین کی کشمیر کمیٹی سے دلچسپی اُنہیں عزائم کی پیداوار تھی جسے ڈاکٹر اقبال، مسلمان زعماء اور عام مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں نے ناکام بنادیا اور علامہ اقبال نے یہیں سے اُن کے سیاسی عزائم بھانپ کر اس تحریک کا سختی سے مقابلہ شروع کیا۔

۱۹۴۸ء کی جنگ کشمیر اور فرقان بٹالین

قیام پاکستان کے تیسرے مہینے اکتوبر ۴۷ء میں پاکستان نے مقبوضہ کشمیر کا مطالبہ کیا اور ۴۸ء میں جنگ چھڑی تو قادیانی امت نے فرقان بٹالین کے نام سے ایک پلاٹون تیار کی جو جموں کے محاذ پر متعین کی گئی اس سے پہلے اپنے طویل تاریخ میں مرزائیوں کو مسلمانوں کے کسی ابتلاء اور مصیبت میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ہوئی تھی مگر آج وہ آزادئ کشمیر کے لئے فرقان بٹالین کے نام سے اپنی جانیں پیش کرنے لگے اس وقت پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل سر ڈگلس گریسی تھے جو نہ تو کشمیر کی لڑائی کے حق میں تھے نہ پاکستانی فوج کو کشمیر میں استعمال کرنا چاہتے تھے بلکہ یہاں تک ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بعض جنگی معلومات بھارت کے کمانڈر انچیف جنرل سر آکسن لیک تک پہنچاتے رہے لیکن دوسری طرف وہی انگریز کمانڈر انچیف، پبلک سے تعلق رکھنے والی ایک آزاد فورس کو اس جنگ میں کھلی اجازت دیتا ہے، انہی جنرل گریسی نے بطور کمانڈر انچیف، فرقان بٹالین کو داد وتحسین کا پیغام بھی بھیجا جو تاریخ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد قادیانی صفحہ ۶۷۴ اور نظارت دعوت وتبلیغ ربوہ کی شائع کردہ ٹریکٹ میں بھی ہے۔ فرقان فورس نے کشمیر کی اس جنگ کے دوران کیا خدمات انجام دیں، یہاں اس کے تفصیلات کی گنجائش نہیں لیکن جب اس جہاد کے بعد اس تنظیم کے کارنامے جلوتوں میں زیر بحث آنے لگے اور اخبارات میں کشمیری رہنماؤں، اللہ رکھا ساغر اور آفتاب احمد سکریٹری جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے بیانات آئے اس سے اس وقت کے فوجی سربراہوں اور حکومت میں کھلبلی مچ گئی۔ سردار آفتاب احمد کا اصل بیان یہ تھا۔

> ''اس فرقان بٹالین نے جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات سرانجام دیں، مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جسطرح سودا چکایا اگر اُس پر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں۔ جو اسکیم بنتی ہندوستان پہنچ جاتی، جہاں مجاہدین مورچہ بناتے دشمن کو پتہ چل جاتا، جہاں مجاہدین ٹھکانہ کرتے ہندوستان کے ہوائی جہاز پہنچ جاتے'' (ٹریکٹ نظارت دعوت تبلیغ انجمن احمدیہ ربوہ بحوالہ ٹریکٹ کشمیر اور مرزائیت)

الفضل ۲ر جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۴ کالم ۴ کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود نے ان بیانات اور تقریروں پر واویلا مچایا کہ اگر ہم غدار تھے تو حکومت نے ہمیں وہاں کیوں بٹھائے رکھا اور اس طرح اس وقت کی حکومت اور جنرل گریسی کی غداری کو بھی طشت از بام کرانے کا سگنل مرزا بشیر الدین محمود نے دیدیا چنانچہ اُس وقت جنرل گریسی نے ایک تو فرقان فورس کو پُر اسرار اور فوری طور پر توڑ دیا اور دوسرے طرف خود جنرل گریسی نے آفتاب احمد خاں کے الزام کی تردید کی ضرورت محسوس نہ کی مگر مرزا بشیر الدین کے کہنے کے مطابق حکومت کے دباؤ سے الزام لگانے والوں نے گول مول الفاظ میں تردید کروی مگر ایک ماہ ہوا کہ پھر وہی اعتراض شائع کردی۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۲ر جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۴ مرزا بشیر الدین کی تقریر)

سوال یہ ہے کہ ایسے الزامات اگر غلط تھے تو اتنی جلدی میں فرقان فورس کو توڑ دینے کی ضرورت کیا تھی؟ اور یہ الزامات اگر غلط تھے تو الزام لگانے والے مدتوں بر سر عام اس کو دہراتے چلے گئے مگر اُس کی حکومت اور کمانڈر انچیف نے اسکی عدالتی انکوائری کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کی، پاکستانی افواج کے ہوتے ہوئے متوازی فوج کیسے اور کیوں؟ یہ سوالات ابتک جواب طلب ہیں مگر اُس وقت آفتاب احمد صاحب سکریٹری جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے کہے گئے یہ الفاظ اب بھی حقیقت کی غمازی کررہے ہیں کہ مرزائی ۳۰ سال سے (اور اب تو ۵۶ سال) آزاد کشمیر کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

فرقان فورس ایک احمدی بٹالین اور متوازی فوجی تنظیم

چنانچہ فرقان فورس اس توڑ دی گئی مگر ربوہ کے متوازی حکمراں یہی سمجھتے رہے کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے حقائق بین نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں آگے چل کر بہت جلد اسے اور شکلوں میں قائم رکھا گیا اور اب یہ فورسیں اطفال احمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ وغیرہ نیم فوجی تنظیموں کی صورت میں قائم ہیں۔ جسٹس منیر نے فسادات ۱۹۵۳ء کے تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۲۱۱ پر فرقان فورس کی موجودگی کے علاوہ

مرزائی اسٹیٹ کے خودساختہ سکریٹریٹ کی خبران الفاظ میں دی ہے۔

''احمدی ایک متحد اور منظم جماعت ہیں ان کا صدر مقام ایک خالص احمدی قصبے میں واقع ہے جہاں ایک مرکزی تنظیم قائم ہے جس کے مختلف شعبے ہیں مثلاً شعبہ امور خارجہ، شعبہ امور داخلہ، شعبہ امور عامہ، شعبہ نشر واشاعت یعنی وہ شعبے جو ایک باقاعدہ سیکریٹریٹ کی تنظیم میں ہوتے ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں اُن کے پاس رضا کاروں کا ایک جیش بھی ہے جس کو خدام دین کہتے ہیں فرقان بٹالین اس جیش سے مرکب ہے اور خالص احمدی بٹالین ہے''۔ (تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۲۱۱)

۱۹۶۶ء میں اس رسوائے زمانہ فرقان فورس کو مرزائیوں نے ۶۵ء کی جنگ کی غیور پاکستانی افواج اور مجاہدین اور شہداء کے بالمقابل اسطرح پیش کیا کہ جب پاکستانی افواج کے بہادر مجاہدین کو تمغے دیئے جانے لگے تو ''الفضل'' میں اس طرح کے اعلانات شائع ہونے لگے۔

> ''فرقان فورس میں شامل ہوکر جن قادیانیوں نے ۴۵ دن یعنی ۳۱ دسمبر ۴۸ء (فائر بندی کی تاریخ) کشمیر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا وہ اب مندرجہ ذیل نمونہ کی رسید بنا کر اس پر دستخط ثبت کر کے مقامی قادیانی جماعت کے امیر کے دستخط کروا کر ملک محمد رفیق دار الصدر عربی ربوہ کو بھجوادیں جس افسر کو ایڈریس کرنا ہے وہ جگہ خالی چھوڑ دی جائے یہ رسیدیں ربوہ سے راولپنڈی جائیں گی راولپنڈی سے ان لوگوں کے کشمیر میڈل ربوہ آئینگے اور اسکی اطلاع ''الفضل'' میں شائع ہوگی اور پھر یہ میڈل ربوہ میں ان قادیانیوں کو تقسیم کئے جائیں گے۔
>
> (الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء)

۱۹۶۵ء میں یتیم ہونے والے بچوں اجڑنیوالے سہاگوں کے مقابلہ میں کشمیر میڈل کا قصہ چھیڑنا کیا ۶۵ء کے شہیدوں اور ان کی قربانیوں سے مذاق نہیں تھا؟

مجاہدین ۶۵ء کے مقابلہ میں ۱۸ برس بعد فرقان فورس کے قادیانیوں کو کشمیر میڈل ملنے کا قصہ؟

اس خطرناک سکینڈل سے پردہ اٹھانا انٹیلی جنس بیورو کا کام ہے۔ ہم محکمہ دفاع کے نزاکت اور تقدس کو ملحوظ

رکھتے ہوئے اس کے تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ کشمیر کے سلسلہ میں فرقان فورس کا یہ توضمنی ذکر تھا اصل مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں بظاہر یہ معمولی باتیں بھی قابل غور ہیں کہ پاک بھارت جنگ کے ہر موقعہ پر کشمیر وقادیان سے ملحق سرحدات کا کمان عموماً قادیانی جرنیلوں ہی کے ہاتھوں میں کیوں رہتی ہے۔ ۶۵ء کی جنگ سے پہلے اور اس کے بعد بھی صدر ایوب کے دور میں سر ظفر اللہ اور دوسرے مرزائی عمائدین کی طرف سے کشمیر پر چڑھائی اور اس کے لئے موزوں وقت کی نشاندہی کے پیغامات اور فتح کشمیر کی بشارتیں کیوں دی جاتی رہیں؟۔

☆ مرزائیوں نے تقسیم کے وقت وزارتی کمیشن سے علیحدہ حقوق طلب کر کے پاکستان سے غداری کی۔

☆ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جس کی حفاظت اور دفاع کے لئے عقیدہ جہاد رُوح کا کام دیتا ہے مگر جو جماعت جہاد پر ایمان نہیں رکھتی وہ پاکستان کی افواج میں مقتدر حیثیت اختیار کرتی گئی اور نتیجتاً پاک بھارت جنگ کے ہر موقعہ پر اُنہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی سے گریز کیا۔

حالیہ صمدانی ٹریبونل میں قادیانی گواہ مرزا عبدالسمیع وغیرہ کی تصریح آچکی ہے کہ وہ ۷۱ء کی جنگ کو جہاد تسلیم نہیں کرتے۔

☆ مشرقی پاکستان کے سقوط میں افواج اور ایوان اقتدار پر فائز مقتدر مرزائیوں کا بنیادی حصہ ہے جس کے بہت سے حقائق اپنے وقت پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سر ظفر اللہ کی جنگ کے ایام میں یحییٰ اور مجیب کے درمیان تگ ودو بے معنیٰ نہ تھی۔

☆ مرزائیوں نے راولپنڈی سازش کیس میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ وہ اس کے بانی مبانی تھے۔ جس کا ثبوت عدالت سے ہو چکا ہے۔

مرزائی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ۵۳ء میں ملک کو پہلی بار مارشل لاء کی لعنت کا سامنا کرنا پڑا۔

خلاصۂ کلام

ان واضح شواہد پر مبنی تفصیلات کو پڑھ کر مرزائیت کے سیاسی اور شرعی وجود کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔ ہر حوالہ اپنی جگہ مکمل اور اس کے عزائم و مقاصد کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ یہی وجوہ ہیں جن کی بنا پر مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر مرزائیت کو اسلام کا باغی اور ان کے پیروؤں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اس تحریک کے احوال ونتائج اور آثار و مظاہر تمام مسلمانوں کے علم میں ہیں۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نیا نہیں بلکہ علامہ اقبال نے پاکستان بننے سے کہیں پہلے انگریزی حکومت کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق اُن کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟ ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے"

(اسٹیٹسمین کے نام خطوط ۱۰/جون ۱۹۳۵ء)

علامہ اقبال نے حکومت کے طرز عمل کو جھنجھوڑتے ہوئے مزید فرمایا:

"اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس خدمت کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے لیکن اس ملت کے لئے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے جسکا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے"

ان شواہد و نظائر کے پیش نظر آپ حضرات سے یہ گزارش کرنا ہم اپنا قومی و ملّی فرض سمجھتے ہیں کہ یورپی سامراج کے اس ففتھ کالم کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نگاہ رکھی جائے بلکہ اس جماعت کو پاکستان میں اقلیت قرار دے کر بہ لحاظ آبادی انکے حدود و حقوق متعین کئے جائیں ۔ ورنہ مرزائی استعاری طاقتوں کی بدولت ملک وملت کے لئے مستقلاً خطرہ بنے رہیں گے اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک وملت کو ایک ایسے سانحہ سے دوچار ہونا پڑے، جو سانحہ کہ آج ملت اسلامیہ عربیہ کی حیات اجماعی کیلئے اسرائیلی سرطان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

آخری دردمندانہ گزارش

معزز اراکین اسمبلی!

ہر چند اختصار کو مدنظر رکھنے کے باوجود مرزائیت کے بارے میں ہماری گزارشات کچھ طویل ہوگئیں لیکن امت اسلامیہ پر مرزائیت کی ستم رانیوں کی داستان اس قدر طویل ہے کہ دوسو صفحات سیاہ کرنے کے باوجود ہمیں بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق جتنی اہم باتیں معزز اراکین کے سامنے پیش کرنی ضروری تھیں اُن کا بہت بڑا حصہ ابھی باقی ہے۔ ملت اسلامیہ تقریباً نوے سال سے مرزائیت کے ستم سہہ رہی ہے۔ اس مذہب کی طرف سے اسلام کے نام پر اسلام کی جڑیں کاٹنے کی جو طویل مہم جاری ہے اُس کی ایک معمولی سی جھلک پچھلے صفحات میں آپ کے سامنے آچکی ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں، قرآنی آیات کے ساتھ کھلم کھلا مذاق کیا گیا ہے، احادیث نبوی کو کھلونا بنایا گیا ہے، انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ کے مقدس گروہ اہل بیت عظامؓ اور اسلام کی جلیل القدر شخصیتوں پر علانیہ کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ اسلامی شعائر کی برملا توہین کی گئی ہے۔ انتہا یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے بدکردار کو رحمۃ للعلمین ﷺ کے ''پہلو بہ پہلو'' کھڑا کرنے کی بلکہ اُس سے بھی آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے جس کے مقام عظمت ورفعت کے آگے فرشتوں کا سر نیاز بھی خم ہے۔ جس کے نام نامی سے انسانیت کا بھرم قائم ہے اور اس کے دامن رحمت کی فیاضیوں کے آگے مشرق ومغرب کی حدود بے معنیٰ ہیں۔

مرزائیت اُسی رحمۃ للعلمین ﷺ کے شیدائیوں کے خلاف نوے سال سے سازشوں میں مصروف ہے، اُس نے ہمیشہ اسلام کا روپ دھار کر اُمت مسلمہ کی پشت میں خنجر بھونکنے اور دشمنان اسلام کے عزائم کو اندرونی اڈّے فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُس نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں فرزندان توحید کے قتل عام اور مسلم خواتین کی بے حرمتی پر گھی کے چراغ جلائے ہیں اور اس نے آپ کو اُمّت مسلمہ کا ایک حصّہ ظاہر کر کے اسلام دشمنوں کی وہ خدمات انجام دی ہیں جو اسکے کھلم کھلا دشمن

انجام نہیں دے سکتے تھے۔

ملّت مسلمہ نوے سال سے مرزائیت کے یہ مظالم جھیل رہی ہے اُنہی مظالم کی بنا پر تمام مسلمانوں اور مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے اپنے زمانے کی انگریزی حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ مرزائی مذہب کے متبعین کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں مسلمانوں کے جسد ملّی سے علیحدہ کر دیا جائے، لیکن وہ ایک ایسی حکومت کے دور میں پیدا ہوئے تھے جس نے مرزائیت کا پودا خود کاشت کیا تھا اور جس نے ہمیشہ اپنے مفادات کی خاطر مرزائیت کی پیٹھ تھپکنے کی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی۔ لہٰذا پوری ملت اسلامیہ اور خاص طور سے علامہ اقبال کی درد میں ڈوبی ہوئی فریادیں ہمیشہ حکومت کے ایوانوں سے ٹکرا کر رہ گئیں، مسلمان بے دست و پا تھے، اس لئے وہ مرزائیت کے مظالم سہنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

آج اُسی مصور پاکستان کے خوابوں کی تعبیر پاکستان کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہاں ہم کسی بیرونی حکومت کے ماتحت نہیں تھے لیکن افسوس ہے کہ ستائیس سال گزرنے کے بعد بھی ہم ملت اسلامیہ کی اس ناگزیر ضرورت، اسکے دیرینہ مطالبے اور حق وانصاف کے اس تقاضے کو پورا نہیں کر سکے اور اس عرصہ میں ہم مرزائیت کے ہاتھوں سینکڑوں مزید زخم کھا چکے ہیں۔

معزز اراکین اسمبلی! اب ایک طویل انتظار کے بعد یہ اہم مسئلہ آپ حضرات کے سپرد ہوا ہے اور صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کی نگاہیں آپکی طرف لگی ہوئی ہیں، پوری مسلم دنیا آپ کی طرف دیکھ رہی ہے اور اُن خُلد آشیاں مسلمانوں کی روحیں آپ کے فیصلے کی منتظر ہیں جنہوں نے غلامی کی تاریک رات میں مرزائیت کے بچھائے ہوئے کانٹوں پر جان دے دی تھی جو حق وانصاف کے لئے پکارتے رہے مگر اُن کی شنوائی نہ ہو سکی اور جو ستائیس سال سے اس مسلم ریاست کی طرف دیکھ رہے ہیں جو آزادی کے خوابوں کی تعبیر ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی ہے اور جو دو سو سالہ غلامی کے بعد مسلمانوں کی پناہ گاہ کے طور پر حاصل کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرارداد

جناب اسپیکر!
قومی اسمبلی پاکستان
محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اُس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اِسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غدّاری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اُس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اِس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اُسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ اُن کے پیروکار چاہے اُنھیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھُل مِل کر اور اِسلام کا ایک فرقہ ہَونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں **رابطۃ العالم الاسلامی** کے زیر انتظام ۶/ اور ۱۰/ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دُنیا بھر کے تمام حصّوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفُود نے شرکت کی متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اِسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اِسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، اُنھیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں۔ اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تا کہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محرکین قرارداد

۱۔ دستخط مولانا مفتی محمود
۲۔ .... مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
۳۔ .... مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
۴۔ .... پروفیسر غفور احمد
۵۔ .... مولانا سید محمد علی رضوی

۶۔ .... مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)

۷۔ .... چودھری ظہور الٰہی

۸۔ .... سردار شیر باز خاں مزاری

۹۔ .... مولانا محمد ظفر احمد انصاری

۱۰۔ .... جناب عبدالحمید جتوئی

۱۱۔ .... صاحبزادہ احمد رضا خاں قصوری

۱۲۔ .... جناب محمود اعظم فاروقی

۱۳۔ .... مولانا صدر الشہید

۱۴۔ .... مولانا نعمت اللہ

۱۵۔ .... جناب عمرہ خاں

۱۶۔ .... مخدوم نور محمد

۱۷۔ .... جناب غلام فاروق

۱۸۔ .... سردار مولا بخش سومرو

۱۹۔ .... سردار شوکت حیات خاں

۲۰۔ .... حاجی علی احمد تالپور

۲۱۔ .... جناب راؤ خورشید علی خاں

۲۲۔ .... جناب رئیس عطا محمد خاں مری

نوٹ: بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کیے۔

۲۳۔ .... نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی

۲۴۔ .... جناب غلام حسن خاں دھاندلا

۲۵۔ .... جناب کرم بخش اعوان

۲۶۔ .... صاحبزادہ محمد نذیر سلطان

۲۷۔ .... مہر غلام حیدر بھروانہ

۲۸۔ .... میاں محمد ابراہیم برق

۲۹۔ .... صاحبزادہ صفی اللہ

۳۰۔ .... صاحبزادہ نعمت اللہ خاں شنواری

۳۱۔ .... ملک جہاں گیر خاں

۳۲۔ .... جناب عبدالسبحان خاں

۳۳۔ .... جناب اکبر خاں مہمند

۳۴۔ .... میجر جنرل جمال دار

۳۵۔ .... حاجی صالح خاں

۳۶۔ .... جناب عبدالمالک خاں

۳۷۔ .... خواجہ جمال محمد کوریجہ

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

معزز اراکین اسمبلی!

مسلمان کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اُس مرزائی ملّت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جس نے اسلام سے کھلم کھلا علاحدگی اختیار کی ہے، جس نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو جھٹلایا ہے، جس نے مسلمانوں کے ستر کروڑ مسلمانوں کو برملا کافر کہا ہے اور جس نے خود عملاً اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے کاٹ لیا ہے۔ اُن کی عبادت گاہیں مسلمانوں سے الگ ہیں۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے دونوں طرف سے ناجائز سمجھے جاتے ہیں اور عدالتیں ایسے رشتوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہیں۔ مسلمان مرزائیوں کے اور مرزائی مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت جائز نہیں سمجھتے اور ان کے آپس میں ہم مذہبوں کے سے تمام رشتے کٹ چکے ہیں۔ لہٰذا اسمبلی کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا اقدام کوئی اچھبا یا مصنوعی اقدام نہیں ہوگا، بلکہ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت کا سرکاری سطح پر اعتراف ہوگا جو پہلے ہی عالم اسلام میں اپنے آپ کو منوا چکی ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جو کسی عداوت یا سیاسی لڑائی نے وقتی طور پر کھڑی کر دی ہو۔ بلکہ یہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات کا، خاتم الانبیاء کے سینکڑوں ارشادات کا، اُمت کے تمام صحابہ و تابعین اور فقہا و محدثین کا، تاریخ اسلام کی تمام عدالتوں اور حکومتوں کا، مذاہب عالم کی پوری تاریخ کا، دنیا کے موجودہ ستر کروڑ مسلمانوں کا، پاکستان کے ابتدائی مصوروں کا، خود مرزائی پیشواؤں کے اقراری بیانات کا اور انکے نوے سالہ طرز عمل کا فیصلہ ہے اور اسکا انکار عین دوپہر کے وقت سورج کے وجود کا انکار ہے۔

چونکہ مرزائی جماعتیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے امت کے مفادات کے خلاف کاروائیوں میں مصروف رہتی ہیں اس لئے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اس وقت منافرت و عداوت کی ایسی فضا قائم ہے جو دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ نہیں ہے۔ اس صورت حال کا اس کے سوا کوئی حل نہیں کہ مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد دوسری اقلیتوں کی طرح مرزائیوں کے جان و مال کی حفاظت بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی مسلمانوں نے

اپنے ملک کے غیر باشندوں کے ساتھ ہمیشہ انتہائی فیاضی اور رواداری کا سلوک کیا ہے، لہٰذا مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ملک میں انکے جان و مال کا تحفظ زیادہ ہوگا اور منافرت کی وہ آگ جو وقفے وقفے سے بھڑک اٹھتی ہے مُلک کی سالمیت کے لئے کبھی خطرہ نہیں بن سکے گی۔

لہٰذا ہم آپ سے اللہ کے نام پر، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے نام پر، قرآن وسنت اور اُمت اسلامیہ کے اجماع کے نام پر، حق وانصاف اور دیانت وصداقت کے نام پر دُنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کے نام پر، یہ اپیل کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کے اس مطالبے کو پورا کرنے میں کسی قسم کے دباؤ سے متاثر نہ ہوں اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کریں جن کی شفاعت میدان حشر میں ہمارا آخری سہارا ہے۔

اگر ہم نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو ملت اسلامیہ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اقتدار و اختیار ڈھل جاتا ہے لیکن غلط فیصلوں کا داغ موت کے بعد تک نہیں مٹتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلہ کی توفیق دے۔

(محرکین قرارداد)

ختم نبوت

پر

پاکستان قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اسلام آباد، ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء

ان صفحات میں خصوصی کمیٹی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کا بل، اور وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر کا متن دیا جارہا ہے جو اُنہوں نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں اُس وقت کی، جبکہ پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کُل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے، یا قومی اسمبلی کی طرف سے اسکو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ، اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام، لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہیں۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ھذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ، ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے لئے

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کیلئے

ایک بل

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ، ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کئے جائیں گے۔

۳۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی

"(۳) جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے"۔

بیان اغراض ووجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تا کہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن

جو انہوں نے قومی اسمبلی میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات، اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلہ کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلہ کی تعریف و تحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن

تک اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں، بلکہ کئی بار، ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلہ پر جس طرح قابو پایا گیا تھا۔ اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کی اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں کیا کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو حل کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لئے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبا دینے کیلئے تھا کسی مسئلہ کو دبا دینے سے اسکا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے، اور عوام کے جذبات اور اُنکی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلہ کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا، اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلہ کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات ابھرے، قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے، تمام قوم گذشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشمکش اور بیم ورجا، کے عالم میں رہی، طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں، اور تقریریں کی گئیں، مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اور اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲ اور ۲۹ مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلہ کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں، لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ ر جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، مَیں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اِس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت، اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا اس لئے میری حکومت کیلئے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ر جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلہ کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی، انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں مَیں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلہ میں حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں، اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات

کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلہ پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ اس مسئلہ پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلہ پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اسکے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلہ کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اسکی پیچیدگیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اُصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلہ میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعہ معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لئے یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے، یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی، اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ نہیں رہنا چاہیئے۔ ہم کسی قسم کی غارتگری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر!

گذشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں، کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کیے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بد نظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقعے پر جبکہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے، آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند

ہو چکا ہے، ہمارے لئے یہ ممکن ہوگا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور اُنہیں رہا کر دیا جائے گا جنہوں نے اس عرصہ میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر!

جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے، جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا تھا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اُس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ۲۷ رستائیس برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبہ کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب اسپیکر!

کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے، لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ گھر گھر میں اس کا اثر تھا، ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اسکا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلہ کو

حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلہ کو ہائیکورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی، سکریٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کے افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور اُنہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے اس مسئلہ کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبہ کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی، خفیہ اجلاس کرنے کیلئے قومی اسمبلی میں کئی ایک وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی، تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعہ شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے، جیسا کہ اُنہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں اُن خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہئیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے، اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو، اور اُن کے ساتھ اُن لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اسکو سیاسی، یا کسی اور مقصد کیلئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ اُن خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکارہ کر دیں، کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے، ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ کے باب کو ختم کرنے کیلئے اور ایک نیا باب کھولنے کے

لئے نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے، آگے بڑھنے کے لئے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لئے، اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے اس مسئلہ کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کیلئے نیک شگون سمجھنا چاہیئے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے، اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبہ کے تحت طے کریں گے۔

جناب اسپیکر!

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملہ کے بارے میں میرے جو احساسات تھے میں اُنہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا۔ اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلہ کو دوامی طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلہ کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گذشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا، تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہو چکا تھا، وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہونگے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں اُن

لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کرلیا گیا ہے۔آج یہ لوگ ناخوش ہونگے اُن کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا،ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا،لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضہ کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے،میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اوران کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگئی،مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے اُن لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہونگے، ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔یہ ہر پارٹی کا فرض ہے،یہ حکومت کا فرض ہے،حزب مخالف کا فرض ہےاور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی، بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔اسلامی معاشرے نے اس تیرہ وتاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا،جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کررہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے،تو پھر یہ یادرکھنا چاہیئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے،ہم مسلمان ہیں،ہم پاکستانی ہیں،اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں،تمام لوگوں،اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

آپ کا شکریہ!

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

☆
☆☆☆
☆☆☆☆☆
☆
☆
☆

قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں

حکومت پاکستان کی توثیق

(۱۹۸۲ء)

☆
☆
☆
☆☆☆☆☆
☆☆☆
☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصہ سے شبہات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ ان شبہات کو دور کرنے کی غرض سے صدر مملکت نے گذشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء (صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء) جاری کیا تھا، جس کی رو سے یہ اعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈی ننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کے جدول اوّل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء میں قادیانیت کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں، تسلسل متاثر ہوا ہے اور نہ ہوگا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) "غیر مسلم" کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اور وہ بدستور "غیر مسلم" ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہونا چاہیئے تھا مگر بایں ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا موٴثر طریقے سے سد باب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ کے گذشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق قائم مقام وزیر قانون و پارلیمانی امور، قاری سعید الرحمن اور مولانا سمیع الحق، ممبران وفاقی کونسل، کی جانب سے قادیانیت کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریک التواء کے متعلق مؤرخہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس مسئلے کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۶۰ میں شق (۳) کا اضافہ کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس

ضمن میں آرٹیکل ۱۰۶ کی شق (۳) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۴۷۔الف کا اضافہ کیا جس کا تعلق غیر مسلم اقلیتی نشستوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ ۴۷۔الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو ''غیر مسلموں'' کے زمرے میں شامل کردیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور ''غیر مسلم'' اقلیت متعین ہوجانے کی بناپر معرض وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان وصوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۷۷ء (فرمان صدر بعد از اعلان نمبر ۵ مجریہ سال ۱۹۷۷ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء ترمیم کر کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نااہلیت کے متعلق ''مسلم'' اور غیر مسلم'' کے الگ الگ زمرے طے کردیئے گئے۔ جس کے نتیجہ میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخابات کیلئے اہل قرار نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کا نام ''مسلمانوں'' یا ''غیر مسلموں'' کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء جو فی الحال معطل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل ۲۶۰ کو بھی شامل کیا گیا۔ اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی وقانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا۔ جسے دور کرنے کے لئے فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء میں آرٹیکل نمبر ۱۔الف کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار)

کے فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء میں ہے۔فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے آرٹیکل ا۔الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیر موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال (۱۹۸۱ء) نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے جدول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروجہ طریقہ کار کے مطابق وزارت قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے۔جس کے ذریعہ ان قوانین کو، جن سے مروجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں، منسوخ کر دیا جاتا ہے۔چنانچہ اسی مروجہ طریقہ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔اس ضمن میں وزیر موصوف نے قانون عبارات عامہ بابت سال ۱۸۹۷ء کی دفعہ ۶۔الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعہ کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود مؤثر رہتی ہے، بشرطیکہ ترمیمی قانون کی تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعہ معرض وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور مؤثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقا کے لئے یکساں ہے۔اس لئے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہوگا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود باقی رہے گا۔ترمیم قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہر حال نافذ العمل رہتی ہے۔چنانچہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کی جدول اوّل میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعہ سے کی جانے والی ترامیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔اور وہ بدستور قائم اور رائج ہے۔ان سب امور کے باوصف اس مسئلہ کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش

جاری رہی۔لہٰذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے" ان مقامات سے بھی بچنا چاہیئے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے۔" مذکورہ بالا شک وابہام کو دور کرنے کیلئے حکومت نے ایک مزید قدم اٹھایا اور صدر مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے:۔

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں ترامیم کی گئی تھیں تا کہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص (جو خود کو" احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کئے جائیں اور تا کہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو، یا ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمان صدر نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء کے ذریعہ منجملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو 'احمدی' کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لئے حکم واضح کیا گیا تھا۔

اور چونکہ فرمان عارضی دستور، ۱۹۱۸ء (فرمان سی ۔ ایم ۔ ایل ۔ اے نمبر ۱ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے اپنا جزو قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ "مسلم" کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا

شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء میں دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا، جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ، جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈی نینس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے، مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعہ کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈی نینس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا اب ۵رجولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلہ میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹ نے قانونی صورت حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (۱) یہ فرمان ترمیمی دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہوگا۔ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ استقرار: بذریعہ ہٰذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدول اوّل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۱۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے، جس کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی وقانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ ہوجانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر ۱۔الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہوجائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) جس کی رو سے ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی نینس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعہ منسوخ ہوچکا ہے، اس لئے دستور کے بحال

ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہوگی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع کردہ:

وزارت اطلاعات و نشریات

محکمہ فلم و مطبوعات، اسلام آباد

۱۸ رمئی ۱۹۸۲ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

نئے آرڈی نینس کا اجراء

۱۹۸۴ء

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

صدر مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈی نینس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع تعزیرات) ۱۹۸۴ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈی ننس ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔ بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے قادیانی گروپ لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو ''امیر المؤمنین'' یا ''صحابہ'' یا اس کی بیوی کو ''ام المؤمنین'' یا اس کے خاندان کے افراد کو ''اہل بیت'' کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اُس طرح کی اذان کہے یا اُس طرح کی اذان دے جس طرح کے مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈی نینس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔اے میں بھی ترمیم کردی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، کو ضبط کرسکتی ہے۔

اس آرڈی نینس کے سب پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈی نینس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کردی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈی نینس فوری طور پر نافذ ہوگیا ہے جس کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

آرڈینینس نمبر ۲۰

مجریہ ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈی نس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کیلئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنیاد پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

لہٰذا اب ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اُسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈی نینس وضع اور جاری کیا ہے۔

(حصّہ اوّل)

ابتدائیہ

(۱) مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱۔ یہ آرڈی نینس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیرات) آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) آرڈی نینس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

اس آرڈی نینس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے

(حصّہ دوم)

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

(۳) ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات

۲۹۸-ب اور ۲۹۸-ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں، دفعہ ۲۹۸۔الف کے بعد حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔یعنی......

(۲۹۸-ب)

بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے

مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

۱۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعہ، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

(الف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین، خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المؤمنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔ تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

اللہ
رسول
محمد
ناشر: ختم نبوت اکیڈمی (لندن)